مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلۃ
جلد ۱۶ نمبر ۲

انصار الدین

مارچ و اپریل ۲۰۱۹ء امان۔شہادت ہجری شمسی ۱۳۹۶ء

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اک جہاں کو یہ سنا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی
(درّثمین اردو)

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad عليه السلام
The Promised Messiah, Imam Mahdi and The Founder of Ahmadiyya Muslim Community



Facts: Promised Messiah عليه السلام

BORN 13th February 1835 in QADIAN
DIED 26th May 1908 in LAHORE

Father's Name Hazrat Mirza Ghulam Murtaza
Mother's Name Hazrat Charagh Bibi

Claimed to be the Masih Ma'ud 1890
Claimed to be the Mehdi Ma'ud 1891

Books Written over 80 books in Arabic, Persian and Urdu languages

Facts: First Bai'at

Date 23rd March 1889
First Bai'at took place at the House of Sufi Ahmad Jan رضي الله عنه

City Ludhiana, India
Attendees 40 people

First Bai'at
Hazrat Hakeem Moulvi Nooruddin رضي الله عنه

Words of first Bai'at

(English translation)

I repent today at the hand of Ahmad, of all the sins and bad habits to which I was addicted; and most truthfully and solemnly do I promise that, to the last day of my life, I shall avoid, to the best of my ability, all manner of sin. I will hold my faith above all worldly considerations. I shall try, as far as I can, to observe the ten conditions of Bai'at laid down in the leaflet dated January 12, 1889. I seek forgiveness of God for my past sins.

I ask forgiveness of God, my Lord,
I ask forgiveness of God, my Lord,
I ask forgiveness of God, my Lord, for all my sins and turn to Him. I bear witness that there is none worthy of worship except God. He is One, without partners and I bear witness that Muhammad is His Servant and Messenger. My Lord, I have wronged my soul and I confess all my sins. Do thou forgive me my sins as there is none other who can forgive.

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جُھکا دیا
گُمنام پاکے شُہرۂ عالم بنا دیا
جو کچھ مِری مراد تھی سب کچھ دکھادیا
مَیں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
کچھ ایسا فضل حضرتِ ربّ الوریٰ ہوا
سب دشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا
اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اسی نے ثُریا بنا دیا
مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا
(درّثمین اردو)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 16 نمبر 2   مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   مارچ و اپریل 2019ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن

قائد اشاعت: ضیاء الرحمٰن

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: صفدر حسین عباسی، میر انجم پرویز، حبیب الرّحمٰن غوری۔

مینیجر: نعیم گلزار

ڈیزائننگ: عامر ملک

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

(سورۃ النور: 31)

ترجمہ: مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ، جو وہ کرتے ہیں، اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

ابھی بھی بہت سے ایسے ہیں جو اس حکم کی اہمیت کو یعنی پردے کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ کوئی کہہ دیتا ہے کہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے کیا صرف پردہ ہی ضروری ہے؟ کیا اسلام کی ترقی کا انحصار صرف پردہ پر ہی ہے؟ کئی لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ فرسودہ باتیں ہیں، پرانی باتیں ہیں اور ان میں نہیں پڑنا چاہیے، زمانے کے ساتھ چلنا چاہیے۔ گو جماعت میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت معمولی ہے لیکن زمانے کی رَو میں بہنے کے خوف سے دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے اور اس معمولی چیز کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ ایسے لوگوں کو میرا ایک جواب یہ ہے کہ جس کام کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اور اس کامل اور مکمل کتاب میں اس بارہ میں احکام آ گئے ہیں اور جن اوامر ونواہی کے بارہ میں آنحضرت ﷺ ہمیں بتا چکے ہیں کہ یہ صحیح اسلامی تعلیم ہے تو اب اسلام اور احمدیت کی ترقی اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ چاہے اسے چھوٹی سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اور یہ آخری شرعی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اتاری ہے اس کی تعلیم کبھی فرسودہ اور پرانی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جن کے دلوں میں ایسے خیالات آتے ہیں وہ اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور استغفار کریں۔

اس آیت میں مَردوں کو حکم ہے کہ غضِّ بصر سے کام لیں۔ یعنی اپنی آنکھ کو اس چیز کو دیکھنے سے روکے رکھیں جس کا دیکھنا منع ہے یعنی بلاوجہ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ جب بھی نظر اٹھا کر پھریں گے تو پھر تجسّس میں آنکھیں پیچھا کرتی چلی جاتی ہیں اس لئے قرآن شریف کا حکم ہے کہ نظریں جھکا کے چلو۔ اسی بیماری سے بچنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نیم وا آنکھوں سے چلو۔ یعنی اَدھ کُھلی آنکھوں سے، راستوں پر پوری آنکھیں پھاڑ کر نہ چلو۔ بند بھی نہ ہوں کہ ایک دوسرے کو ٹکریں مارتے پھرو۔ لیکن اتنی کھلی ہوں کہ کسی بھی قسم کا تجسس ظاہر نہ ہوتا ہو کہ جس چیز پر ایک دفعہ نظر پڑ جائے پھر اس کو دیکھتے ہی چلے جانا ہے۔

علامہ طبری کہتے ہیں کہ ''غض بصر سے مراد اپنی نظر کو ہر اس چیز سے روکنا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے''۔ تو مردوں کے لئے تو پہلے ہی حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو۔ اور اگر مرد اپنی نظریں نیچی رکھیں گے تو بہت سی برائیوں کا تو یہیں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 30 جنوری 2004ء سے ماخوذ)

حدیث النبی ﷺ

قرب الٰہی کے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے طریق

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا: چار باتیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں:

1۔حیا کرنا۔ 2۔خوشبو لگانا۔ 3۔مسواک کرنا۔ 4۔نکاح کرنا۔

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

1۔اُم الادویۃ قلۃ الاکل۔(سب سے بہتر دوا کم کھانا ہے)

2۔اُم الآداب قلۃ الکلام۔(سب سے بہتر ادب کم بولنا ہے)

3۔اُم العبادات قلۃ الذنوب۔(سب سے بہتر عبادت گناہوں کا کم ہونا ہے)

4۔اُم الامانی صبر۔(سب سے بہتر خواہش صبر کی توفیق مانگنا ہے)

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں:

1۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ 2۔والدین کی نافرمانی کرنا۔

3۔ناحق خون کرنا۔ 4۔جھوٹی بات کہنا۔

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا: چار باتیں جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک خصلت ہو۔اس میں نفاق کی ایک رگ پائی جاتی ہے۔اور وہ باتیں یہ ہیں:

1۔جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ 2۔جب بولے جھوٹ بولے۔

3۔جب معاہدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ 4۔جب جھگڑے تو گالیاں دے۔

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا: چار انسانی جوہر ہیں جنہیں چار چیزیں ضائع کر دیتی ہیں:

1۔عقل جوہر ہے جسے غضب ضائع کر دیتا ہے۔

2۔دین جوہر ہے جسے حسد تباہ کر دیتا ہے۔

3۔حیا جوہر ہے جسے طمع ضائع کر دیتی ہے۔

4۔اور اعمال صالحہ جوہر ہیں جنہیں غیبت تباہ کر دیتی ہے۔

کلام الامام علیہ السلام

یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہو

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کے افراد کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشان اس نے ظاہر کیے ہیں۔ اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہو اور پھر خیرالقُرون کا زمانہ آ جاوے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ آخرین منھم میں داخل ہوتے ہیں، اس لیے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اُتار دیں۔ اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں۔ فیج اعوج (ٹیڑھی فوج) کے دشمن ہوں۔ اسلام پر تین زمانے گزرے ہیں۔ ایک قُرون ثلاثہ اِس کے بعد فیج اعوج کا زمانہ جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں اور تیسرا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے ملحق ہے بلکہ حقیقت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 67۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت اقدسؑ مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''ہم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اسلام کی برکات کا نمونہ موجود نہ ہو۔ مگر وہ ابدال اور اولیاء اللہ جو اس درمیانی زمانہ میں گزرے ان کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ ان کروڑوں انسانوں کے مقابلہ میں جو صراطِ مستقیم سے بھٹک کر اسلامؔ سے دُور جا پڑے تھے کچھ بھی چیز نہ تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی آنکھ سے اس زمانہ کو دیکھا اور اس کا نام فیج اعوج رکھ دیا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک اور گروہ کثیر کو پیدا کرے جو صحابہ کا گروہ کہلائے، مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہی ہے کہ اس کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اس لیے ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ (کھیتی کی طرح) ہوگی۔ اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں، جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے، ابھی بہت دُور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے ہیں، جبتک وہ خصوصیّت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتّل اِلی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکرِ الٰہی میں خاص رنگ ہو۔ حقوقِ اخوان میں خاص رنگ ہو۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 67۔ ایڈیشن 2003ء)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ (ارشاد فرمودہ مورخہ 30؍ستمبر 2011ء) میں امانتوں کی ادائیگی کے ضمن میں متعدد امور بیان فرمائے جن میں سے ایک 'پردہ کی امانت کا حق' ادا کرنے کی نصیحت بھی تھی۔ اس حوالہ سے حضور انور نے ارشاد فرمایا:

''آج کل اپنے زعم میں بعض ماڈرن سوچ رکھنے والے کہہ دیتے ہیں کہ پردے کی اب ضرورت نہیں ہے یا حجاب کی اب ضرورت نہیں ہے اور یہ پرانا حکم ہے۔ لیکن میں واضح کردوں کہ قرآنِ کریم کا کوئی حکم بھی پرانا نہیں ہے اور نہ کسی مخصوص زمانے اور مخصوص لوگوں کے لئے تھا۔

احمدی مرد اور عورتیں خلافت سے وابستگی کا اظہار بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے خلافت جاری رہنے کا قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے وہاں عبادتوں اور اعمالِ صالحہ سے اس کو مشروط بھی کیا ہے۔ سورۃ نور میں جہاں یہ آیت ہے اس سے دو آیات پہلے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ دعویٰ نہ کرو کہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے بلکہ فرمایا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ کا اظہار کرو۔ ایسی اطاعت کرو جو عام اطاعت ہے۔ ہر اُس معاملے میں اطاعت کرو جو قرآن اور رسول کے حکم کے مطابق تمہیں کہا جائے۔ اُس پر عمل کرو اور اس کے مطابق اطاعت کرو۔ قرآن اور رسول کا حکم جب پیش کیا جائے تو فوراً مانو۔

اس بارے میں مَیں بہت مرتبہ کھل کر بتا بھی چکا ہوں۔ پس جہاں مردوں کے ساتھ عورتیں اپنے عبادتوں کے معیار بلند کریں، اپنے ایمان میں ترقی کی کوشش کریں وہاں وہ خاص حکم جو عورتوں کو ہیں اُن پر بھی عمل کرنے کی کوشش کریں۔

یہاں یہ بھی واضح کردوں کہ پردے کے بارہ میں اپنے آپ کو ڈھانکنے کا حکم گو عورت کو ہے لیکن اپنی نظریں نیچی رکھنے کا اور زیادہ بے تکلفی سے بچنے کا حکم مرد اور عورت دونوں کو ہے۔ بلکہ اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم پہلے مَردوں کو ہے پھر عورتوں کو ہے تاکہ مَرد بے حجابی سے نظریں نہ ڈالتے پھریں۔''

(ارشاد فرمودہ مورخہ 30؍ستمبر 2011ء بمقام مسجد 'بیت النصر' اوسلو، ناروے)

تاریخ کے اوراق سے

آئمہ سابقین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں امتیاز

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد حسب وعدہ الٰہی اس امت میں تجدید دین کی غرض سے بیسیوں امام اور مجدد وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہے لیکن مسیح موعود کے مقام اور درجے کو کوئی نہیں پہنچا اور پہنچ ہی کیونکر سکتا تھا جبکہ یہ اَمر مسلّم ہے کہ مسیح موعود اس اُمّت کا آخری خلیفہ اور آخری امام ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کے بعد ولایت کا درجہ اصول اِرتقاء کے ماتحت صدی بہ صدی بلند ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ چوتھی صدی میں جو اولیاء اور مجدّد دین اور علماء ربّانی اُمت میں موجود تھے۔ان کا درجہ ولایت ابتدائی تین صدیوں کے علماء اور اولیاء سے اَز روئے کشف و کرامت وعرفان الٰہی بڑھا ہوا تھا۔اسی طرح تاریخ کے اوراق شہادت دیتے ہیں کہ ساتویں صدی کے اولیاء اور مجدّد دین پچھلے تمام اولیاء ومجدّد دین سے بڑھے ہوئے تھے۔اسی صدی میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت محی الدین ابن عربی، حضرت ابن تیمیہ حنبلی۔حضرت حافظ ابن القیم جوزی وغیرھم من العلماء والمجددین و المحدثین ایسے نامی گرامی و عالی مرتبت اور اقلیم روحانیت کے بادشاہ گزرے ہیں کہ ہمیشہ اسلام ان کے ناموں اور ان کے کاموں پر فخر کرتا رہے گا۔

اس بعد گیارھویں صدی آئی اور اس میں ایک عظیم الشان مجدّد اور امام وقت کا ظہور اسی ہندوستان میں ہوا۔انہوں نے اس قدر زور شور سے مجدّد اور امام ہونے کا دعویٰ کیا کہ اپنے تئیں تمام سابقہ مجدّد دین سے برتر اور اعلیٰ قرار دیا۔اپنے درجے کو ہر مجدّد صدی سے دہ چند سوا بتلایا اور اس پر دلیل یہ دی کہ میں الف (ہزار سال) کا مجدّد ہوں اور الف ثانی کے آغاز میں مبعوث ہوا ہوں۔مجھ سے پہلے جتنے مجدّد تھے وہ صدی کے مجدّد تھے اس لئے مجھے ان پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی کہ سو کو دس پر ہوتی ہے۔یہ مجدّد صاحب شیخ احمد سرہندی کے نام سے اسلامی دنیا میں مشہور ہیں۔ان کا زمانہ گیارھویں صدی سے تیرھویں صدی ہجری کے اختتام تک ممتد رہا۔

حتیٰ کہ چودھویں صدی کے سر پر یعنی 1876ء میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی ہجری کے مجدّد اور آدم صفی اللہ کے زمانہ سے شمار کر کے الف ہفتم کے امام کا ظہور ہوا۔انہیں خدا تعالیٰ نے مسیح موعود اور جَرِیُّ اللّٰہِ فِیۡ حُلَلِ الأنبیاء کا مقام اور منصب بخشا اور ان کا زمانہ الف ہفتم کے اختتام تک لمبا کر دیا۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ قیامت تک ان کا زمانہ ممتد کر دیا اور درجے کے لحاظ سے ان کو ایک امتیازی حیثیت بخشی جو کہ پہلے کسی بڑے سے بڑے مجدّد اور امام کو نہ بخشی گئی تھی یعنی انہیں مقام نبوت پر سرفراز فرمایا۔ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۔ (سورۃ الجمعۃ:5)

مذکورہ بالا بیان سے ہر زیرک اور تاریخ دان مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یعنی چودھویں صدی کے امام پر جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں انہوں نے مقام نبوت پر پہنچنے کا دعویٰ کیا وہ کس قدر کم فہم ہیں جبکہ تاریخ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اُمت محمدیہ کو اصول ارتقاء (Evolution) کے ماتحت ترقی پر ترقی ملتی رہی تو پھر چودھویں صدی کا مجدّد جو سب سے آخر میں آیا وہ اپنے پیشرووُں سے اعلیٰ اور افضل کیوں نہ ہوتا۔اور افضلیت اسے تبھی حاصل ہو سکتی تھی کہ وہ اس درجے اور انعام کو حاصل کرتا جو آج تک امت محمدؐیہ کے کسی سابقہ مجدّد یا امام کو نہ ملا تھا یعنی مقامِ نبوّت۔

یاد رہے کہ نبوّت سے مراد یہ نہیں کہ نبوت کے مقام پر پہنچنے والا شخص کوئی احکام شرعیہ کی کتاب لے کر آئے۔کیونکہ ایسی نبوّت رسول کریم ﷺ کے بعد مسدود ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ کوئی شخص اپنی سعی یا کوشش سے بغیر توسّط تعلیم قرآنی نبی بن جائے۔کیونکہ ایسی نبوّت بھی جو کہ ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اب کسی کو مل نہیں سکتی بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ اسلام کے اندر مقام نبوّت پر پہنچنے والے شخص کو مکالمہ ومخاطبۂ الٰہیہ سے جس میں اخبارِ غیبیّہ بکثرت ہوں حصہ وافر دیا جاتا ہے۔اور نبوّت کے لغوی معنے بھی غیب کی خبریں دینا ہے۔چونکہ یہ درجہ بجز اَنبیاء کے آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی درجہ پر فائز تھے۔جیسا کہ آپ کے الہامات اور وحیوں اور نشانات سے ثابت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کو نبی سمجھا جائے۔

(حضرت چوہدری نعمت اللہ خان گوہرؓ)

(مطبوعہ اخبار الفضل 13ستمبر 1932ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کب ہوئی؟

حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ مرحوم ومغفور کے انتقال پر جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے الفضل میں اُن کے سوانح زندگی تین اقساط میں شائع کرائے ہیں لیکن میرے نزدیک ان میں ایک تاریخی غلطی ہوگئی ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔شیخ صاحب نے 18 اکتوبر 1927ء کے پرچہ میں لکھا ہے:

''ابتدائی ایام میں جبکہ ابھی آپؑ کی بعثت نہ ہوئی تھی منشی صاحب آپؑ کے مختار، آپؑ کے کاتب خطوط اور گھر کے دُوسرے امور کے سرانجام دینے کی خدمات سے ممتاز ہوا کرتے تھے اور بعض سفروں میں حضرت صاحب نے خصوصیّت سے اُن کو اپنے ساتھ رکھا۔جیسا کہ میں آگے چل کر ذکر کروں گا''۔

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہے کہ شیخ صاحب کے خیال میں مولوی عبداللہ صاحبؓ ان دنوں حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث نہ ہوئے تھے یعنی مامور نہ تھے مگر 14 اکتوبر کے

پرچے میں آپ رقمطراز ہیں:

"(مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ) اسی خیال میں تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ کا چرچا پٹیالہ میں شروع ہوا۔ خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب بہادر (وزیر اعظم) مرحوم اس کتاب کے معاونین میں شریک ہوئے اور اسی ذریعہ سے بعض دوسرے لوگوں تک بھی اس کی خبر پہنچی اور شدہ شدہ مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم کو بھی یہ مژدہ جانفزا پہنچ گیا اور انہوں نے اپنے رشید بھانجے کی منزل کو قریب کر دیا اور شاہدِ مقصود کا پتہ یہ کہہ کر دیا کہ قادیان میں ایک بزرگ نے اس دعوے سے کتاب لکھنی شروع کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملہم و مامور ہے۔"

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ اُس وقت حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے تھے جبکہ آپؑ براہین احمدیہ کی دو تین جلدیں چھپوا کر شائع فرما چکے تھے اور یہ بات 21/اکتوبر کے الفضل کی ابتدائی سطور سے بھی صحیح ہے جہاں شیخ صاحب نے لکھا ہے کہ:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کے تعلقات کی ابتداء جہاں تک پتہ چلتا ہے وہ 1883ء ہے۔"

سارے مضمون کو پڑھنے کے بعد اور اوپر کے اقتباسات پر غور کر کے یہ امر ظاہر ہے کہ شیخ صاحب کے بیان میں تناقض ہے۔ یعنی 14/اکتوبر کے پرچے میں آپ مانتے ہیں کہ گویا حضرت صاحب کی بعثت 1883ء میں نہیں ہوئی تھی حالانکہ آپؑ 1882ء مطابق 1300 ہجری میں مبعوث ہو چکے تھے۔ الہام کا دعویٰ تو اس سے مدت پہلے کا تھا۔ چنانچہ رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" میں آپؑ لکھتے ہیں کہ آج سے 35 سال پیشتر "يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ" (تذکرہ) یعنی تیرے پاس بہت دُور دُور سے لوگ آئیں گے، والا الہام آپؑ کو ہوا تھا یعنی 1872ء میں براہین احمدیہ کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مارچ 1882ء میں آپؑ کو مفصل طور پر ماموریت کی وَحی ہو چکی تھی اور یہ چودھویں صدی کی ابتداء تھی۔ پس یہ کہنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا کہ 1883ء میں آپؑ مامور نہ ہوئے تھے۔ آپؑ کی بعثت 1882ء میں ہو چکی تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی کتاب "سیرۃ المہدی" میں بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد آپ کی بعثت کا سنہ یہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپؓ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یوں تو الہامات کا سلسلہ بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا لیکن وہ الہام جس میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے صریح طور پر مامور کیا گیا مارچ 1882ء میں ہوا جبکہ آپ براہین احمدیہ حصہ سوم تصنیف فرما رہے تھے۔" (سیرت المہدی صفحہ 31)

(اخبار الفضل 4/نومبر 1927ء)

بقیہ از صفحہ 12:
اصحاب احمد کا ذوقِ عبادت و شوقِ نماز

نیز لکھتے ہیں: ایک دفعہ ایک نوجوان نے دوران گفتگو میں کہا کہ فجر کی نماز یورپ میں اپنے وقت پر ادا کرنی بہت مشکل ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے، لیکن آپ کی تربیت کیلئے یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً نصف صدی کا زمانہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نمازِ تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال پانچ نمازوں کا ہے۔"

نماز سے اپنی محبت کے حوالہ سے حضرت چودھری ظفر اللہ خانصاحبؓ نے یہ واقعہ خود سنایا کہ ایک بار بادشاہ کی والدہ ملکہ میری (Mary) نے مجھے بطور شاہی مہمان قصر بیڈمنٹن (گلاسٹر شائر) میں دعوت دی۔ ایک ہندوستانی کیلئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ محل میں پہنچنے پر لارڈ کلاڈ ہملٹن نے مجھے ملکہ کی خدمت میں حاضری کے آداب پر لیکچر دیا اور یہ بھی کہا کہ ملکہ کی حاضری کے وقت اپنی گھڑی کو نہ دیکھوں، ایسا کرنا بے ادبی میں شامل ہے۔ جب ملکہ تشریف لائیں اور گفتگو شروع ہوئی تو یہ ملاقات خلاف معمول لمبی ہو گئی۔ دورانِ ملاقات مجھے خیال آیا کہ میری عصر کی نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے، یہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ اس پریشانی میں مَیں نے ملکہ کی نظر بچا کر اپنی گھڑی کو دیکھا۔ ملکہ بے حد زیرک تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تمہیں کسی اَور سے بھی ملنا ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ ملکہ معظّمہ کی ملاقات سے بڑھ کر اَور کونسی ملاقات ہو سکتی ہے، لیکن میں نے گھڑی کو دیکھنے کی گستاخی اس لئے کی ہے کہ مجھے مالکِ کُل جہان کے دربار میں بھی حاضری دینی ہے اور عصر کی نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ ملکہ نے فرمایا: "بے شک اپنے خالق کی عبادت اور اس کے احکامات کی تعمیل ہم سب پر فرض ہے۔" ملکہ معظّمہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنی سیکرٹری کو ہدایت کی کہ ظفر اللہ خان سے اس کی نمازوں کے اوقات دریافت کر کے مجھے اس کی اطلاع دو۔ نیز اگر میں کسی وقت ظفر اللہ خان سے محوِ گفتگو ہوں اور ان کی نماز کا وقت ہو جائے تو مجھے بتا دیا جائے۔...... اس کے بعد جب بھی میں ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ بار بار پوچھتی تھیں کہ آپ کی نماز کا وقت تو نہیں ہو گیا۔ (رسالہ انصارالدین ستمبر/اکتوبر 2014ء)

کاربوویج۔ زندگی بچانے والی دوا ......(از ناصر خان)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہومیوپیتھی کلاس میں فرمایا تھا کہ کاربوویج کا شمار زندگی بچانے والی چوٹی کی دواؤں میں کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک مریضہ کو دل کا شدید حملہ ہوا۔ وہ بظاہر بے جان ہو چکی تھی کہ مَیں نے فوراً کاربوویج کے چند قطرے اُن کے منہ میں ٹپکا دیئے۔ تھوڑی دیر میں اُن کا سانس بحال ہو گیا۔ ہمیشہ کاربوویج کو مَیں نے بہت مؤثر پایا ہے اس لئے زندگی بچانے کی دوا کے طور پر اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ تب سے خاکسار کاربوویج کو ہمیشہ پاس رکھتا ہے۔ 73 سال کی عمر میں ایک دوپہر میرے سینہ میں شدید ہارٹ برن سینہ کے دائیں طرف ناقابل برداشت درد شروع ہوا۔ مَیں فوراً سمجھ گیا کہ دل کا حملہ ہے چنانچہ کاربوویج کی چند گولیاں منہ میں ڈال کر نگل گیا اور ایک گلاس ٹھنڈا دودھ بھی پیا۔ پانچ منٹ کے بعد بالکل نارمل ہو چکا تھا۔ جب ڈاکٹر کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے ہسپتال بھجوا دیا جہاں اوپن ہارٹ سرجری کی گئی اور بتایا گیا کہ وہ واقعی شدید دل کا حملہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کاربوویج کو میری زندگی بچانے کا ذریعہ بنا دیا۔

اصحابِ احمدؑ کا ذوقِ عبادت وشوقِ نماز

(قسط دوم۔ آخر)

(میر انجم پرویز مبلغ سلسلہ)

محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور فاضل پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دربارہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں: اگرچہ آپ کی رہائش محلّہ باب الانوار میں تھی لیکن آپ نے اپنا تعلق حلقہ مسجد مبارک سے ہی رکھا اور پانچوں نمازوں کو مسجد مبارک ہی میں ادا کرتے تھے خواہ آندھی ہو بارش ہو۔ضعیف العمری میں بھی جوانا وار وقت پر پہنچ کر پہلی صف میں امام کے عین پیچھے تشریف رکھتے تھے۔نماز کو نہایت امن وسکون اور اطمینان قلب سے ادا کرتے تھے اور چونکہ اکثر قیام وسجود میں خاصا وقت لگ جاتا تھا۔اکثر مرتبہ ایک شاگرد نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ سجدہ میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ میں تو صرف تین مرتبہ ہی پڑھتا ہوں لیکن اس کے مفہوم کو سوچ کر پڑھتا ہوں۔(اصحاب احمد جلد5)

محترم مولوی قمرالدین صاحب سیکھوانی فاضل بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید سرور شاہ صاحب ایک دفعہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کے پہلے پارہ میں آیت ہے وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ کہ نماز بہت بوجھل ہے مگر جو خشوع خضوع رکھتے ہیں ان پر بوجھل نہیں۔فرماتے تھے کہ سردی کے دن ہوں اور گرم لحاف میں انسان بیٹھا یا لیٹا ہوا اور ادھر مؤذن کہتا ہو حیّ علی الصّلوٰۃ کہ آؤ نماز کے لئے،اس وقت اگر دل میں خشیت اللہ نہ ہو تو کون گرم لحاف چھوڑ کر نماز کے لیے جاسکتا ہے۔(اصحاب احمد جلد5)

حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ کے بارہ میں آپؓ کے صاحبزادہ محترم سید مبارک احمد صاحب سرور تحریر کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنی تمام عمر میں آپ کو فرض نماز گھر پر ادا کرتے نہیں دیکھا۔آپ ہمیشہ مسجد میں نمازیں پڑھتے تھے البتہ سنّتیں گھر پر ادا کرتے تھے۔آپ تہجد کی نماز دو بجے شروع کرتے لیکن باوجود ایسی متواتر شب زندہ داری کے آپ نماز فجر کے بعد کبھی نہیں سوتے تھے بلکہ بہشتی مقبرہ میں دعا کیلئے اور سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔البتہ موسم گرما میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔آپ بچوں کو بچپن سے نماز کی عادت ڈالتے تھے۔جب میں ابھی پانچ چھ سال کا تھا۔آپ مجھے گود میں اٹھا کر مسجد مبارک میں لے جاتے۔آپ کی نماز اتنی لمبی ہوتی کہ میں آدھی نیند مسجد میں ہی پوری کر لیتا۔مجھے ساتھ لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ مجھے اس عمر سے نماز اور نماز بھی مسجد میں اور باجماعت ادا کرنے کی عادت ہوجائے۔بعد نماز آپ مجھے سوئے ہوئے کو اٹھا کر گھر لے آتے،لیکن مسجد میں ضرور لے جاتے تھے۔اس طرح بفضلہ تعالیٰ مجھے نماز کی عادت پڑگئی۔(اصحاب احمد جلد5)

مولوی سلیم اللہ صاحب فاضل بیان کرتے ہیں کہ گھر میں حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ کے سونے کا کمرہ علیحدہ تھا۔وہاں بھی نوافل میں آپؓ منہمک ہوتے۔قیام وسجود طویل ہوتے۔ایک دفعہ میں بعد عشا آپ کے پاس ایک شکایت لے کر آیا تو آپ کو نوافل میں مصروف پایا۔باہر منتظر رہا۔بورڈنگ کے طلبہ بعد مطالعہ سوگئے لیکن آپ کے نوافل میں قریباً دو گھنٹے صرف ہوگئے۔میرے کچھ عرض کرنے کے بغیر ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے التحیات میں مجھے اس لڑکے کے متعلق ایک آیت قرآنی الہام کر کے مجھے اس کے متعلق دعا کی تحریک فرمائی کہ دعا سے اس کی اصلاح ہوجائے گی۔اس کے بعد پھر آپ نے لمبی دعا کی۔چنانچہ جلد ہی اس لڑکے کی اصلاح ہوگئی۔(اصحاب احمد جلد5)

جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں: حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ کی وفات سے پہلے ہفتہ کے روز شام کو یہ عاجز حسبِ معمول قادیان میں تھا،مغرب یا عشا کی نماز پڑھاتے پڑھاتے حضرت مولوی صاحب بیمار ہوگئے۔بخار کی حالت میں ہی گھر واپس تشریف لے گئے۔فجر کی نماز کے بعد یہ عاجز حضرت مولوی صاحب کے مکان پر آپ کا حال دریافت کرنے کے لئے گیا۔فرمانے لگے رات نیند بہت کم آئی اور میں نے کئی گھنٹے چارپائی پر نوافل ادا کرنے میں ہی گزارے۔اسی ہفتہ کے دوران میں آپ کی وفات ہوگئی۔سُبْحَانَ اللّٰہ کیا کیفیت ان بزرگوں کی تھی کہ آخر وقت تک اپنے ربّ کے ساتھ عہد کو وفاداری کے ساتھ نبھایا۔(اصحاب احمد جلد5)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے مخالفین نے مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا تو پھر بھی آپ نہایت مستعدی سے زیر اثر احباب کو حق کی طرف بلاتے رہے۔گھر کے پاس ایک نئی کچّی مسجد بنالی جس میں گاؤں کے آپ کے کئی ہم خیال باشندے آپ کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کے وعظ ونصائح سے مستفید ہوتے۔پھر جب آپ ہجرت کر کے قادیان آگئے تو یہاں بھی خدمتِ سلسلہ میں مصروف رہے۔آپ کے بیٹے قاضی عبدالرحیم صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ والد صاحبؓ نے بتایا تھا کہ میں نے تہجد کی نماز چھوٹی عمر میں پڑھنی شروع کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ناغہ بھی نہیں کیا۔(اصحاب احمد جلد6)

حضرت چوہدری امیر خاں صاحبؓ کی نظر بوجہ بڑھاپے کے آخر میں اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ ان کو صرف کچھ راستہ نظر آتا تھا۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں ایسے چُور رہتے کہ مسجد میں سوٹے کے سہارے پہنچ جاتے،حتّٰی کہ نمازِ تہجد بھی مسجد میں آکر ادا کرتے تھے۔(اصحاب احمد جلد7)

حضرت شیخ برکت علی صاحبؓ آف راہوں ضلع جالندھر جس مکان میں رہتے تھے اس کی چھت پر نمازِ تہجد پڑھتے اور پھر بعد نماز فجر نہایت بلند آواز سے بلاناغہ قرآن کریم کی منزل پڑھتے،ان کی آواز بہت دُور تک پہنچتی تھی۔(اصحاب احمد جلد7)

حافظ امام الدین صاحب ساکن قلعہ دیدار سنگھ (گوجرانوالہ) نے حضرت اقدسؑ کی بیعت کی۔حافظ صاحب پہلے حنفی تھے۔پھر وہابی اور پھر چکڑالوی ہوگئے تھے۔انہوں نے حضور کی خدمت میں تبدیلی مذہب کی ساری سرگزشت عرض کی اور دریافت کیا۔آیا میں نے اہلِ قرآن ہونے کی حالت میں جو نمازیں مولوی عبداللہ چکڑالوی کے پیچھے ادا کی ہیں ضائع ہوگئیں۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہماری بیعت سے ان نمازوں کی قبولیت کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے۔رضائے الٰہی کے لئے بہ اخلاص نمازوں کی ادائیگی کے باعث ہی آپ کو بیعت کی توفیق ملی ہے۔پہلے جو کچھ کمی یا غلطی رہ گئی تھی وہ ہماری تعلیم پر عمل کرنے سے دور ہوجائے گی اور بیعت سے قبل کے رضائے الٰہی کے لئے کئے ہوئے عمل سے سچے مذہب کو قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں اَسْلَمْتَ بِمَا اَسْلَفْتَ آتا ہے۔(اصحاب احمد جلد8)

۞.....10 مارچ 1912ء نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحی صاحب کو قرآن شریف کا سبق پڑھا رہے تھے اور ایک کثیر تعداد دیگر طالب علموں کی بھی موجود تھی جو کہ روزانہ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اثنائے درس میں میاں شریف احمد صاحب صاحبزادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی ضرورت کے واسطے باہر جانے لگے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ جلدی واپس آنا۔ پھر فرمایا: ایک شاہ عبدالرحیم بزرگ تھے، ان کو خداتعالیٰ نے توجہ دلائی کہ گنو اِس وقت کتنے آدمی موجود ہیں، انہوں نے گن لئے۔ پھر الہام ہوا کہ آج عصر کی نماز جس قدر لوگ تمہارے پیچھے پڑھیں گے سب جنتی ہوں گے۔ ایک آدمی سے وہ خوش نہ تھے، جب انہوں نے نماز پڑھنی شروع کی تو وہ آدمی موجود تھا۔ جب نماز ختم کی تو دیکھا کہ وہ آدمی پیچھے نہیں ہے۔ آدمی گنے تو پورے تھے۔ پوچھا کہ ان میں کوئی اجنبی آدمی آکر شامل ہوا ہے؟ آخر ایک اجنبی آدمی پایا گیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کس طرح شامل ہوگئے؟ اُس نے کہا میں جارہا تھا اور میرا وضو تھا۔ جماعت کھڑی ہوئی دیکھی۔ میں نے کہا کہ میں بھی شامل ہوجاؤں۔ پھر وہ دوسرا آدمی آگیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے؟ اس نے کہا کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تھا اور میں وضو کرنے گیا تھا، مجھے وہاں دیر ہوگئی، اتنے میں نماز ختم ہوگئی۔ یہ معاملہ ہمارے درس سے بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ (اصحاب احمد جلد7)

۞..... حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں بارہا حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ان بابرکت ایام میں نمازوں میں نمازیوں کے خشوع وخضوع، رقّتِ قلب اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ گڑگڑانے اور آہ وبکا کرنے کا شور مسجد مبارک میں بلند ہوتا تھا۔ دُعا کرنے پر جواب بھی فوراً مل جاتا۔ خواہ رات کو رؤیا کے ذریعہ یا کشفی طور پر یا بذریعہ الہام۔ (اصحاب احمد جلد8)

۞..... حضرت چودھری غلام محمد صاحبؓ نے 1892ء میں کسی کی ترغیب کے بغیر خود اپنے شوق سے نماز سیکھی تھی۔ آپ نہ صرف نماز شوق سے ادا کرتے تھے بلکہ اذان بھی دیتے تھے۔ آپ کے گاؤں میں جس کی آبادی ساڑھے تین صد نفوس پر مشتمل ہوگی۔ آپ کے سوا صرف چار دیگر نمازی تھے اور زمینداروں میں سے صرف آپ ہی نماز پڑھتے تھے۔ 1899ء میں آپ اسکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں داخل ہوئے۔ اس سال میں آپ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ نماز پڑھنے کا کیا فائدہ ہے کیونکہ نماز میں کبھی آپ کی توجہ نہ ہوتی تھی اور آپ اسے بہت جلد جلد ادا کرتے تھے۔ زمانہ طالب علمی کی وجہ سے آپ نے مذہبی تحقیق کو طالب علمی کے بعد کے زمانہ پر ملتوی کر دیا۔ 1903ء تک آپ کو مذہب میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہی مگر پھر بھی آپ نماز باقاعدہ پڑھتے رہے۔ ٹریننگ کالج سے کامیاب ہوکر 1904ء میں آپ خوشاب مڈل سکول میں ملازم ہوئے تو پھر آپ نے مذہب کی ملتوی کردہ تحقیق کو شروع کر دیا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ محض چند اخلاقی اصول سکھلا دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ مذہب کا کام خداتعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس تحقیقات کو اس رنگ میں شروع کر دیا کہ چونکہ اسلام نماز پر بہت زور دیتا ہے تو کیا نماز واقعی کوئی حقیقت رکھتی ہے۔ آپ ہر مولوی سے صرف یہی ایک سوال کرتے تھے کہ کیا انہیں نماز میں کوئی لذت حاصل ہوتی ہے اور ان کی توجہ خدا کی طرف مبذول رہتی ہے؟ لیکن ہر ایک سے تقریباً نفی میں جواب ملتا تھا۔ اکثر کا جواب یہ ہوتا کہ نماز شروع کرتے اور ختم کرتے وقت اگر خداتعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو نماز قبول ہوجاتی ہے، لیکن اس کے قبول ہونے کا وہ کوئی ثبوت نہ دے سکتے تھے۔ اسی حالت میں چند ماہ گزر گئے۔ پھر آپ کی تبدیلی شاہ پور ہوگئی۔ وہاں مڈل سکول تھا جو شہر شاہ پور سے دو تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس سکول کے مدرس زیادہ تر ہندو تھے اور مسلمان مدرس صرف تین چار تھے جو باہر کے دیہات میں رہتے تھے۔ اس لئے آپ کو یہاں بالکل تنہا رہنا پڑا۔ سکول کے وقت کے بعد آپ کو بالکل تنہائی حاصل تھی۔ آپ کو اس میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بجائے مولویوں سے پوچھنے کے براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہی کیوں نہ دریافت کیا جائے۔ چنانچہ ہر نماز کے بعد یہ دعا شروع کی کہ ''اے میرے مولیٰ کریم! میں تیرا عاجز بندہ تیرا رستہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ تو خود بتادے کہ میں تجھے کس طرح پاسکتا ہوں اور اگر مجھے تجھ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ ملا تو میں مذہب بالکل چھوڑ دوں گا اور قیامت کے روز حضور سے عرض کروں گا کہ باوجود کوشش کرنے کے مجھے حضور کا راستہ نہیں ملا۔''

چند روز دعا کرنے کے بعد آپ کی تبدیلی بمقام ڈسکہ ہوگئی، جہاں حضرت مولوی جان محمد صاحبؓ سے آپ کے مراسم ہوگئے۔ حضرت مولوی صاحب آپ کے چچا چوہدری محمد خان صاحب کے دوست تھے اور اس وقت احمدی ہو چکے تھے۔ ایک دن سیر کے دوران میں آپ نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ میری توجہ نماز میں نہیں رہتی، معلوم ہوتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنی نہیں آتی، آپ مجھے نماز پڑھنا سکھا دیں۔ چنانچہ ان کے سکھلانے پر آپ کی توجہ نماز میں قائم رہنے لگی۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ بتلایا کہ اپنی ضروریات کے متعلق نماز میں اپنی زبان میں بہت دعائیں کرنی چاہئیں اور اگر توجہ کسی کام کی طرف چلی جائے تو پھر اسی کے متعلق دعا کر لینی چاہیے، اس طرح سے نماز میں توجہ قائم رہ سکتی ہے۔ آپ نے مولوی صاحب کے بتلائے ہوئے طریق پر نماز پڑھنی شروع کی۔ گو اس طرح زیادہ وقت صرف ہوتا تھا مگر لطف خوب آتا تھا۔ (اصحاب احمد جلد8)

۞..... حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ کے والد حضرت رحیم بخش صاحبؓ تہجد اور نماز باجماعت کے بہت پابند تھے۔ تہجد کے بعد قرآن مجید کی بھی باقاعدگی سے تلاوت کرتے تھے۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب غالباً 1887ء میں محلّہ ڈھک بازار میں ہی پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ سناتی تھیں کہ ڈاکٹر صاحب کی زبان پر پنگوڑھے میں اللہ کا لفظ آتا تھا۔ پانچ چھ سال کی عمر میں آپ کو اور آپ کے بھائی حافظ ملک محمد صاحب کو مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لیے بھیجا۔ دونوں کو والدہ صاحبہ نے نیلے تہ بند بنوا دیے اور بتایا کہ یہ نماز پڑھنے کی نشانی ہے تا نمازوں کی طرف دھیان رہے۔ تین سال تک ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید اور پھر اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ جب ڈاکٹر صاحب میٹرک پاس کر چکے تھے ان کے والد صاحب کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے اس لیے ڈاکٹر صاحب اخراجات پورے کرنے کے لیے آمد پیدا کرنا چاہتے تھے، ایسی تنگی ترشی کے وقت میں ایک احمدی دوست نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنے محکمہ میں آپ کو ملازم کرادوں تو ڈاکٹر صاحب نے ان کو یہ برجستہ جواب دیا کہ موسم سرما میں دفتری اوقات دس بجے سے چار بجے تک ہوتے ہیں اور جمعہ کے روز چھٹی نہ ہونے کی وجہ سے آپ لوگ نمازِ جمعہ میں شامل نہیں ہوسکتے۔ اس وجہ سے میں تو ایسی ملازمت پسند نہیں کرتا، جس کی وجہ سے نماز جمعہ ہی ترک ہوجائے۔ (اصحاب احمد جلد8)

❁...... اصحابِ احمد اسلامی تعلیم کا سچا نمونہ تھے اور ان کا عملی نمونہ تبلیغ کا موثر ذریعہ تھا، جو بھی ان کو دیکھتا متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت محمد چراغ صاحبؓ مصنف سیف حق اور حضرت امام الدین صاحبؓ ساکن قلعہ ہمارے گاؤں میں آئے۔ یہ موسم گرما تھا، میں نماز تہجد کیلئے اٹھا تو دیکھا کہ چار پانچ گھروں کے فاصلہ پر چھت پر دو اشخاص عبادت میں مصروف ہیں اور جب میں نے نمازِ تہجد ختم کر لی تو پھر بھی ان دونوں کو میں نے مصروفِ عبادت دیکھا تو خیال آیا کہ یہ جو فرشتہ سیرت لوگ ہمارے گاؤں میں آئے ہیں ان سے ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان سے ملاقات کی تو ان کی پاکیزہ دلی ان کے چہروں سے ہی نظر آتی تھی اور دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم احمدی ہیں اور ہم نے یہاں ٹھیکہ پر کام لیا ہے اور چھ ماہ تک اسی گاؤں میں ہمارا قیام ہوگا۔(اصحاب احمد جلد10)

❁...... حضرت حاجی محمد ولی اللہ صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، ورد وظائف بھی کرتے تھے، جو صرف استغفار اور درود شریف ہی تھا۔ اگر ایک گھنٹہ کے واسطے اپنے مکان سے کسی جگہ جاتے تو لوٹا اور جائے نماز ضرور ہمراہ جاتا۔ جب نماز کا وقت ہوتا، جہاں ہوتے پہلے نماز ادا کرتے۔(اصحاب احمد جلد10)

❁...... قبول احمدیت کے بعد صحابہ میں جو روحانی ترقی اور عملی تبدیلی رونما ہوتی وہ بجائے خود صداقت احمدیت کی دلیل تھی۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کے اعلان بیعت پر خویش واقارب کی طرف سے آپ کی سخت مخالفت ہوئی۔ ایسے کٹھن مرحلہ پر مولانا صاحب آستانۂ الٰہی پر جھکنے اور تہجد میں گریہ وزاری کرنے میں مصروف ہونے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر رؤیا وکشوف کا دروازہ کھول دیا اور یہ امر آپ کے لیے بالکل نیا تھا۔ عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی زمرۂ مخالفین میں شامل تھے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو کیوں برا کہتے ہیں، وہ پہلے سے زیادہ نمازی ہے۔ والد صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کو، جن کا دعویٰ مہدی ہونے کا ہے، مان لیا ہے۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ امام مہدی کے معنے ہدایت یافتہ لوگوں کے امام کے ہیں، ان کے ماننے سے میرے بیٹے کو زیادہ ہدایت نصیب ہوگئی ہے، جس کا ثبوت اس کے عمل سے ظاہر ہے۔(اصحاب احمد جلد10)

❁...... حضرت مولوی عبدالواحد خانصاحبؓ اپنی اہلیہ حضرت غفور النساء صاحبہؓ کے ساتھ تیس سالہ ازدواجی زندگی کا تجربہ بتاتے ہیں کہ خدا کی بندی نے اس عرصہ میں نماز اور تہجد کبھی نہیں چھوڑی، بہت نیک اور دعا کرنے والی خاتون تھیں۔(اصحاب احمد جلد10)

❁...... حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے جب اسلام قبول کیا تو اس وقت آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔ ان حالات میں آپ نے اپنے اسلام کے ابتدائی دنوں میں کس طرح نماز کی حفاظت کی، اس کا حال آپ کی بیان کردہ سرگزشت سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں: ''گو میرے دل میں اسلام کی محبت گھر کر چکی تھی اور ایمان میرے رگ وپے میں سرایت کر گیا ہوا تھا مگر سیدنا مسیح پاک علیہ السلام کا کلام معجز بیان پڑھنے کے بعد میرے دل میں ایک نیا نورِ معرفت اور عرفان پیدا ہوگیا۔ ابھی تک مجھے نماز نہ آتی تھی مگر اب میں نے سبقاً سبقاً دو تین روز میں نماز یاد کر لی اور باقاعدہ نماز پڑھنا بھی شروع کر دیا۔'' پھر آپ قادیان کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہاں بھی نمازوں اور درس، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت، مسجد اور ہمرکابی سیر کو آپ اپنی نہایت ہی مرغوب چیز یقین کرتے تھے۔

قادیان سے واپسی پر روانگی کے وقت آپ اپنے والد صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے درِ دولت پر بھی حاضر ہوئے۔ حضورؓ نے لیٹے ہی لیٹے آپ کو گلے سے لگا لیا اور پھڑ پھڑاتے ہونٹوں سے بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ آپ کے لئے دعائے سفر فرمائی اور دِلاسا دے کر نصیحت کی کہ میاں عبدالرحمٰن! نماز پڑھتے رہنا اور تمہارے والد تمھیں نماز سے منع نہیں کریں گے۔ آپ نے یکہ پر واپسی کا سفر اختیار کیا۔ آپ بیان کرتے ہیں: ''والد صاحب کی خلاف مرضی دیوانی دال کے تکیہ کے پاس گھوڑا کچھ عادتاً اور کچھ تھکاوٹ کے باعث رک گیا اور میں نے بھی اتر کر نماز گزاری۔ اللہ کے حضور عرض حال کیا۔ پیش آمدہ حالات کے مدنظر دعائیں مانگیں اور فارغ ہو کر اٹھا ہی تھا کہ پھر وہی جلدی کرنے کا حکم ملا۔ تعمیل ارشاد کی اور یکہ بان گھوڑے کو تیزی سے ہانکنے لگا۔ شام قریب تھی۔ گھوڑا کمزور ہو رہا تھا۔ ابھی ساڑھے تین میل باقی تھے، چلتے چلتے شام ہوگئی اور بٹالہ پہنچتے پہنچتے خاصا اندھیرا چھا گیا تھا۔...... چند میل پر اجالا ہونے پر صبح کی نماز کی فکر ہوئی اور اجالا بڑھنے کے ساتھ میری گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا گیا اور ایک جگہ لب سڑک ایک چلتا کنواں دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا اور یکہ ٹھہرانے کی درخواست کی، جو والد صاحب نے منظور کر لی اور میں نے نماز ادا کی۔''

پھر آپ کے والد صاحب آپ کو موضع دیرم لے گئے اور ایک چوگان میں ڈیرے ڈال دیے اور آپ کو بڑی شفقت اور نرمی سے کہا کہ یہاں تمہارے سسرال ہیں اور ہماری برادری ہے۔ نماز پڑھنی ہو تو کہیں تنہائی میں جا کر پڑھ لینا اور اپنے اسلام کی کسی کو خبر نہ ہونے دینا۔ ان کی مصروفیت کے وقت آپ نے قریب کے گھنے درختوں کے جھنڈ میں نمازیں ادا کیں۔ پھر شام کو آپ نے علیحدگی میں نمازیں ادا کیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اپنے گاؤں واپس آکر آپ کے والدین اور اقارب کی سرگرمیاں اور مساعی بھی جاری رہیں۔ کبھی پیار ومحبت بلکہ منت وسماجت سے کام لیا جاتا تھا تو کبھی تنگ ہو کر درشتی وسختی اور ناراضگی وتشدد بھی برتا جاتا تھا۔ آپ بیان کرتے ہیں: ''یہ وہ رنج وغم اور درد وکرب کا زمانہ تھا کہ اس کی یاد آج بھی مجھ پر کپکپی سی پیدا کر دیتی ہے اور میں اس کو بھلا دینے کیلئے آنکھیں بند کر لیا کرتا ہوں۔ اسی زمانہ میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مجھ پر بھاری پہرہ اور کڑی نگرانی مقرر تھی۔ اس زمانہ میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح میں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیتوں کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کدال لیے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کے لیے آیا ہے۔ لہٰذا میں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا، مگر سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک مسلمان مزدور تھا۔ کشمیری قوم کا جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو اس نے نہایت محبت اور خوشی کے جوش میں مجھ سے پوچھا: 'منشی جی! کیا یہی پکی بات ہے کہ آپ مسلمان ہیں؟' تو میں نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لیے گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ کم از کم تم میرے اسلام کے شاہد رہو گے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تم نے مجھے عین حالت نماز میں دیکھا، ورنہ میں نے پوری احتیاط کر لی تھی کہ کوئی مجھے دیکھنے نہ پائے، وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔'' (اصحابِ احمد جلد9)

⁂…… حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ بیان کرتے ہیں: ''مسجد مبارک باوجود اپنی پہلی تنگی کے ہم پر فراخ رہا کرتی تھی۔ نمازِ تہجد کا ان دنوں زیادہ التزام ہوا کرتا تھا اور قریباً سبھی لوگ نمازِ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی جگہ دعا و استغفار میں مشغول رہتے۔ حتّٰی کہ اذان ہوجاتی تھی، اذان سن کر دو رکعت سنت بھی عموماً اپنے اپنے ڈیروں ہی پر پڑھ کر مسجد میں آتے اور جماعت کے انتظار میں خاموش ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔……

تہجد اور نوافل کا اتنا چرچا تھا کہ اس کی وجہ سے کئی روز تک میں ایک غلطی کا مرتکب ہوتا رہا۔ وہ یہ کہ چونکہ صبح کی دو سنت عموماً دوست گھر میں ہی پڑھ کر آتے تھے، میں باوجود اس علم کے کہ صبح کی نماز دو سنت اور دو فرض پر مشتمل ہے، اس غلطی کا مرتکب رہا کہ صبح کی دو سنتیں نہ پڑھیں۔ آخر ایک روز جب کوئی نئے مہمان آئے اور وہ جماعت کھڑی میں شریک ہوئے، جس کی وجہ سے پہلی دو سنت نہ پڑھ سکے۔ انھوں نے جماعت کے بعد دو سنت ادا کیں تو مجھے حیرت اور تعجب ہوا کہ فرائض کے بعد صبح کی تو کوئی نماز نہیں، یہ دوست کیوں پڑھ رہے ہیں؟ اس پر مجھے کسی دوست نے بتایا کہ صبح کی پہلی دو سنت ان سے رہ گئی تھیں، وہ ادا کر رہے ہیں۔ تب جا کر مجھے ہوش آیا اور میں سنبھلا اور اپنی غلطی کا ازالہ کرنے لگا۔ ورنہ میں بھی تہجد کی نماز اپنی جگہ پر ادا کرلیا کرتا مگر سنن پہلے چند ایام خیال سے اتری ہی رہیں۔ نماز اشراق، ضحٰی اور صلوٰۃ الاوابین کا بھی اس زمانہ میں خاصا چرچا تھا۔'' (اصحابِ احمد جلد9)

⁂…… حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نہایت باقاعدگی سے تہجد اور باجماعت نماز ادا کرنے والے بزرگ تھے۔ اکثر آپ علالت کے باوجود باجماعت تہجد اور نماز میں تشریف لاتے۔ حالانکہ آپ میں چلنے کی طاقت بھی نہ ہوتی اور آپ کسی درویش کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گھر واپس پہنچتے۔ مسجد مبارک میں نماز باجماعت کے وقت سے بہت پہلے تشریف لاتے اور سنن و نوافل میں دیر تک مصروف رہتے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا قلب صافی کلام اللہ اور مسجد سے معلق اور وابستہ ہے کیونکہ آپ تلاوت اور نماز باجماعت میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوشاں نظر آتے تھے۔ آپ کو یہ امر حد درجہ مرغوب تھا اور اس کے لیے آپ کوشاں رہتے تھے کہ بیت الفکر اور مسجد مبارک کی درمیانی کھڑکی کے مغرب کی طرف اس جگہ بیٹھیں اور سنن و نوافل ادا کریں جہاں حضرت مسیح موعودؑ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تھے یا نماز ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح دیگر ایسے مقامات پر بھی باجماعت نماز کے وقت کھڑے ہوتے تھے، جہاں حضورؑ نے نمازیں پڑھی تھیں اور اس خاطر آپ نماز کے ابتدائی وقت میں مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ (اصحابِ احمد جلد9)

⁂…… محترم شیخ عبدالرحیم صاحب شرما تحریر فرماتے ہیں: ''خاکسار کا سابق نام کشن لعل تھا۔ حضرت منشی عبدالوہاب صاحبؓ بہت پیار اور محبت سے مجھ کو تبلیغ کرتے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ ہستی ہے جو اس کو پکارتا ہے وہ اس کی سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ انھی دنوں مجھے بعض مقاصد درپیش تھے، میں نے سوچا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ چلو آزما کر دیکھیں کہ کیا واقعی اسلام کے طریق پر دعا کرنے سے خدا سنتا ہے؟ میں نے منشی عبدالوہاب صاحبؓ سے کہا: مجھے نماز سکھائیں۔ میں آپ کے طریق پر اپنے بعض مقاصد کے لیے دعا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے مقاصد تو ان کو نہیں بتائے تھے، البتہ نماز ان سے سیکھ لی اور ترجمہ بھی سیکھا اور چھپ کر اپنے طور پر نماز پڑھنی شروع کردی۔ چونکہ زبان میں روانی نہ تھی، ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ عشا کی نماز میں مجھے گھنٹہ بھر لگ جاتا تھا۔ پانچ نمازوں میں تقریباً تین چار گھنٹے صرف ہوجاتے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے، میں پسینہ سے شرابور ہوجاتا تھا۔ آخر میرے رب نے میری سنی اور اپنے اس وعدہ کے مطابق کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میری دستگیری فرمائی اور اس صفائی سے میرے مقاصد پورے کیے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ (اصحابِ احمد جلد10)

⁂…… حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے 1896ء میں بیعت کی، آپ بیان کرتے ہیں کہ نماز کا میں شروع سے پابند رہا ہوں بیعت کے بعد میں نماز میں خاص لذت محسوس کرنے لگا۔ (اصحابِ احمد جلد10)

حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرما نے ہندو مذہب سے اسلام قبول کیا اور کشن لعل سے آپ کا نام عبدالرحیم رکھا گیا۔ آپ کے قبول اسلام کا ابھی عام ہندوؤں کو علم نہ تھا۔ ان حالات میں آپ نے کس طرح نماز کی حفاظت کی اس بارہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ہردوار جاتے ہوئے راستہ میں میری مصاحبت لدھیانہ کے بعض ہندوؤں سے ہوگئی۔ وہ بھی ہردوار یاترا کے لیے جارہے تھے، لکسر کے سٹیشن پر گاڑی بدلنا تھی، صبح کی نماز کا وقت تھا۔ ہماری گاڑی کے آنے میں تھوڑی دیر تھی مجھ کو نماز پڑھنے کی فکر ہوئی، لیکن اپنے ہم سفروں کے سامنے جو مجھ کو ہندو خیال کرتے تھے، میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ میں اپنا سامان ان کے سپرد کر کے خود اسٹیشن کے باہر چلا گیا تا کہ نماز پڑھوں، پانی کی تلاش میں دُور نکل گیا۔ ایک جگہ جوہڑ تھا۔ وہاں میں نے وضو کیا اور نماز نیت دی۔ اتنے میں گاڑی آگئی۔ میں شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا کروں۔ گاڑی تھوڑی دیر ٹھہرتی تھی نماز ہلکی پڑھتے بھی دل ڈرتا تھا کہ شاید گناہ کی بات نہ ہو اور توڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرے پاس جس قدر نقدی تھی، وہ اسباب کے ساتھ تھی۔ اس لیے فکر لاحق تھا کہ اگر گاڑی چھوٹ گئی اور میرے ساتھی اس میں سوار ہوکر ہردوار چلے گئے تو اس موقع پر جبکہ ہزاروں آدمی یاترا کے لیے وہاں آئے ہوئے ہیں، ان کو کس طرح ڈھونڈونگا، نماز ختم کر کے میں اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی چل پڑی میں نے دوڑ کر چڑھنے کی کوشش کی۔ خدا کی قدرت! جس دروازہ کو میں لپک کر پکڑتا وہ نہ کھلتا یکے بعد دیگرے گاڑی کے پانچ چھ ڈبے گزر گئے، مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ اچانک ایک دروازہ پر جو میں نے ہاتھ ڈالا تو کھل گیا جونہی میں اندر گیا ایک کونے سے آوازیں اُٹھیں: 'وہ آگیا کشن لعل وہ آگیا۔ ادھر آؤ ہم تمہارا انتظار کرتے تھے'۔ دیکھا تو میرے ہمسفر تھے، جن کے پاس میرا اسباب تھا۔ میں نے خدا کا شکر کیا۔ اگر مَیں رہ جاتا تو ان کا تلاش کرنا مشکل ہوجاتا اور مجھ کو سفر میں خرچ نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑتی۔ یہ بات اگرچہ بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے، مگر اس وقت خدا تعالیٰ کی اس تائید کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ جب میں ہردوار پہنچا تو سب سے بڑی دقت مجھ کو وہاں نماز پڑھنے کیلئے اُٹھانی پڑی۔ ہندوؤں کے سامنے میں نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔ میں تین چار کوس دُور نکل جاتا اور جوالا پور کے پاس جنگل میں چھپ کر نمازیں پڑھتا۔ (اصحابِ احمد جلد10)

⁂…… حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرما جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے جس کی وجہ سے ان کے ہندو عزیز و اقارب نے ان کو چھوڑ دیا تھا، ان دنوں آپ کو ایک ابتلا پیش آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز اور دعا کے نتیجہ میں دستگیری فرمائی۔ آپ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چونگی خانہ کے ایک کمرہ میں میں

رہتا تھا، سردیوں کے دن تھے۔ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا۔ سخت تیز بخار تھا۔ میں اکیلا پڑا گھبرا گیا۔ دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ مسلمان ہو کر تم نے کیا لیا؟ بیمار پڑے ہو، پاس کوئی پانی دینے والا بھی نہیں۔ بہن، بھائی، والدہ، بیوی، بچے سب ہی ہیں، لیکن کوئی تمہارے منہ نہیں لگتا۔ کیا ہندو رہ کر تم خدا کی عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ بت پوجا بیشک نہ کرتے، مگر رام اور رحیم میں تو کوئی فرق نہیں۔ وہ تو ایک ہی ذات کے دو نام ہیں، ہندو رہ کر رام رام جپتے تو کیا تھا۔ غرض اس قسم کے خیالات دماغ میں چکر لگانے لگے، لیکن میرے رب نے گرتا دیکھ کر پھر مجھ کو سنبھالا اور میرے دل میں یکلخت تحریک پیدا ہوئی کہ یہ سب شیطانی وساوس ہیں۔ تم کو دعا اور استغفار کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے لحاف میں ہی تیمّم کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی اور دعا کی۔ الٰہی! اگرچہ میرے عزیز و اقارب حتّی کہ ماں نے بھی مجھے چھوڑ دیا ہے، لیکن حضور تو ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہمدرد اور خیر خواہ ہیں، تیری موجودگی میں تجھ سے بڑھ کر اور میرا کون ہمدرد ہو سکتا ہے۔ اگر عزیز و اقارب نے چھوڑ دیا ہے تو تُو موجود ہے، تو میری دستگیری فرما اور اس دکھ سے، جو میری روح کو کھا رہا ہے، نجات دے۔ نماز میں مَیں خدا تعالیٰ کے حضور خوب رویا۔ اسی دوران میں مجھے ایسا پسینہ آیا کہ میرا بخار خدا تعالیٰ کے فضل سے اتر گیا اور میرے دل کو غیر معمولی تسکین اور راحت ہونی شروع ہو گئی۔ (اصحابِ احمد جلد 10)

۞...... صحابہ کا طریق تھا کہ آئندہ نسل کو بھی نماز کا پابند بنانے کی تربیت دیتے تھے۔ حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے ہمشیرہ زاد چوہدری احمد علی خان صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب کی تربیت کا عجیب رنگ تھا۔ میں نے میٹرک کا امتحان دیا تو فرمایا کہ ان فارغ ایام سے استفادہ کروں۔ چنانچہ میرے لئے یہ پروگرام بنایا گیا۔ صبح تین بجے تہجد خوانی۔ تلاوت کم از کم ایک پارہ قرآن مجید۔ بعد نمازِ فجر تا ظہر اپنے فرائض کی ادائیگی۔ بعد نماز ظہر بچوں کو قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم دینا۔ بعد عصر سیر کے لیے جانا اور سیر میں مسنون دعاؤں کو وردِ زبان رکھنا۔ نمازِ مغرب کے بعد کھانا۔ بعد نماز عشا بچوں کو نماز کا سبق ناظرہ اور باترجمہ پڑھانا۔ (اصحاب احمد جلد 10)

۞...... حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ فرماتے تھے کہ حج پر روانگی سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے ملاقات کی۔ حضورؓ نے نصیحت فرمائی کہ ''حج پر چلے ہو۔ نماز نہ ترک کرنا''۔ اس وقت تو اس کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا۔ البتہ جب قافلہ اونٹوں پر روانہ ہوا تو کئی لوگوں نے پانی نہ ملنے اور نیچے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنے کے خیال میں نمازیں ضائع کر دیں۔ ہم کجاووں پر بیٹھے تیمّم کر کے نمازیں ادا کر لیتے۔ اس وقت سمجھ آیا کہ اس نصیحت میں کیا حکمت تھی۔ (اصحاب احمد جلد 10)

۞...... حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ جمعہ کے دن تقریباً گھنٹہ بھر غسل کیا کرتے تھے۔ ایک دوست نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں جمعہ کا غسل عموماً لمبا کیا کرتا ہوں اور تمام جسم اور ضروری کپڑوں کی صفائی بھی کر لیتا ہوں۔ پاؤں وغیرہ کی میل اچھی طرح اُتارتا ہوں۔ جسمانی صفائی کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے روز کو خاص اہمیت دی ہے۔ نماز جمعہ میں ایک وقت آتا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ جمعہ کے روز جسم اور کپڑوں کی صفائی کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔ تا جمعہ کی عبادت میں ہماری روحانی ترقی ہو اور دعائیں قبول ہوں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خاص دعا کی قبولیت کا وہ وقت عطا فرمائے اور خاص فضلوں کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔ (اصحاب احمد جلد 10)

۞...... جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپؓ اتنی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھتے تھے کہ شاید ہی کبھی نماز قضا ہوئی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ موضع سلوہ میں جو قصبہ نواں شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے، آپ تبلیغ کے لیے گئے اور اس عاجز کو بھی ساتھ لے گئے۔ رات کے دو بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ ہم بستروں پر کوئی اڑھائی بجے کے قریب لیٹے۔ گرمی کا موسم تھا۔ کوئی تین سوا تین بجے کروٹ بدلتے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحبؓ تہجد پڑھ رہے تھے۔ پھر صبح کی نماز کے لیے سب سے پہلے جاگنے والوں میں سے تھے۔ (اصحاب احمد جلد 10)

۞...... حضرت چودھری نصر اللہ خاں صاحب رضی اللہ عنہ نماز باجماعت کے نہایت پابند تھے اور نماز نہایت خشوع وخضوع اور اطمینان سے پڑھتے تھے۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: ''میری طبیعت پر بچپن سے یہ اثر تھا کہ والد صاحبؓ نماز بہت پابندی کے ساتھ اور سنوار کر ادا فرمایا کرتے تھے اور تہجد کا التزام رکھتے تھے۔ میں اپنے تصور میں اکثر والد صاحبؓ کو نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھتا ہوں۔ بیعت کر لینے کے بعد فجر کی نماز کبوترانوالی مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ مسجد ہمارے مکان سے فاصلے پر تھی، اس لیے والد صاحب گھر سے بہت اندھیرے ہی روانہ ہو جایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی مجھے بھی آپ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہو جایا کرتا تھا۔ گو میری عمر بھی اس وقت چھوٹی تھی۔ (اصحاب احمد جلد 11)

۞...... حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ اپنی والدہ محترمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نماز اور استغفار آپ کی غذا تھی۔ ان دنوں سحری کے وقت جسمانی تکلیف کے اثر کے باعث اٹھنے سے قاصر رہتیں، لیکن آپ اس کی کمی نماز چاشت کے نوافل سے پوری کرنے کی کوشش فرماتیں۔ مولا کے آگے جھکنے والا ہر سر آپ کو پیارا لگتا تھا اور نماز میں غفلت کرنے والا اپنا عزیز سے عزیز یا کوئی فردِ جماعت آپ کی سرزنش سے بچ نہ سکتا تھا۔ شام یا عشا کے وقت چھت پر کھڑے ہو کر آپ نمازیوں کا جائزہ لیتیں اور بھری مسجد کا منظر آپ کے لیے بہت ہی خوش کن ہوتا۔ میں نے خود بعض افرادِ جماعت سے آپ کو ان کی غفلت کا سبب دریافت فرماتے سنا۔ نماز سے پیار کے باعث آپ کے دل میں نمازیوں کے لیے کس قدر احترام تھا، قارئین کرام ذیل کے واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں:

ایک شب میں سحری کے وقت اُٹھا۔ ابھی حواس درست کر رہا تھا کہ آپ کو میری بیداری کا علم ہو گیا۔ آپ ایک دوسری نچلی چھت پر سوتی تھیں۔ اٹھیں اور ایک لوٹے میں پانی ڈال کر لے آئیں اور کمال شفقت سے فرمایا: ''لو بیٹا! پانی''۔ اس وقت میرا دل جذباتِ تشکر و شرم سے بھر گیا۔ دراصل یہ نماز سے پیار اور نمازی کا احترام تھا، جو اس شفقت کا محرک ہوا۔ (اصحاب احمد جلد 11)

۞...... حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بارہ میں بغداد کا کثیر الاشاعت دینی ماہنامہ ''نشرة جمعية الخدمات الدينيةوالاجتماعيةفى العراق'' لکھتا ہے: ''بلاشبہ ظفر اللہ خاں نے ہر موقع پر دنیائے عرب اور عالمِ اسلام کے مسائل طے کرانے میں قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ نماز کی پابندی اور تلاوتِ قرآن کا التزام آپ کی وہ خوبیاں ہیں جو زبان زدِ خلائق ہیں''۔ (اصحاب احمد جلد 11)

۞...... حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانیؓ کو 1933ء میں حضرت نواب

عبداللہ خان صاحبؓ اپنے ساتھ اپنی اراضی پر لے گئے۔ بھائی جی آٹھ ماہ کے قریب وہاں ٹھہرے۔ آپؓ باقاعدگی سے تہجد اور اشراق پڑھتے تھے۔ اس عرصہ میں صرف ایک رات کا ناغہ ہوا۔ فرماتے تھے کہ تہجد کا ناغہ ہوجائے تو اس روز اشراق کے وقت بارہ رکعت نفل پڑھتا ہوں۔ (اصحاب احمد جلد 12)

۞...... حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحبؓ نماز ہمیشہ نہایت خشوع اور حضور قلب کے ساتھ یوں ادا کرتے تھے، گویا فرمان نبوی کَاَنَّکَ تَرَاہُ کے پورے مصداق ہوں۔ نماز باجماعت کیلئے سفر وحضر میں بے حد کوشش فرماتے اور اسی مقصد کیلئے اپنے ہمراہ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ کو بھی سندھ لے گئے تھے۔ اپنی آخری عمر اور بیماری میں بھی آپ کی ہمیشہ کوشش رہی کہ نماز باجماعت پڑھیں اور پڑھائیں۔ اکثر سخت بیماری کے باوجود بھی نماز میں شامل ہوجاتے تھے۔ واقعی آپ فرمان نبوی کے مطابق ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کا دل مسجد میں لگتا تھا۔ تہجد کی نماز نہایت التزام سے پڑھتے تھے۔ سوز اور رقّت کی وجہ سے آپ کی آواز اکثر سنائی دیتی تھی۔

محترم ملک غلام فرید صاحب آپؓ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں: آپؓ پنجوقتہ نماز باجماعت کے نہایت شدت کے ساتھ پابند تھے۔ جہاں کہیں بھی ہوتے یہاں تک کہ جب وہ سیر یا بحالیٔ صحت کے لئے پہاڑ پر بھی جایا کرتے تھے تو ان کی کوٹھی کا ایک کمرہ ہمیشہ نماز باجماعت کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ نہایت باقاعدگی سے پانچ وقت اذان ہو کر نماز باجماعت ہوتی تھی۔ انہوں نے زندگی کے آخری سال لاہور میں گزارے اور شاید سارے لاہور میں صرف ان کی کوٹھی ہی تھی، جہاں پانچ وقت باجماعت نماز کے علاوہ ماڈل ٹاؤن کے احباب نماز جمعہ بھی ادا کرتے تھے اور وہاں حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس بھی ہوتا تھا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ آپؓ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں: نماز کے عاشق تھے، خصوصاً باجماعت نماز کے قیام کے لئے آپؓ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد میں جانے والے تھے۔ جب دل کی بیماری سے صاحبِ فراش ہوگئے تو اذان کی آواز کو ہی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنے محبوب کی آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کھڑا کر دیتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے یا رتن باغ میں نماز والے کمرے کے قریب ہی کرسی سرکا کر باجماعت نماز میں شامل ہو جایا کرتے۔ جب ماڈل ٹاؤن والی کوٹھی لی تو وہیں پنجوقتہ باجماعت نماز کا اہتمام کر کے گویا گھر کو ایک قسم کی مسجد بنا لیا۔ پانچ وقت اذان دلواتے۔ موسم کی مناسبت سے کبھی باہر گھاس کے میدان میں کبھی کمرہ کے اندر چٹائیاں بچھوانے کا اہتمام کرتے اور بسا اوقات آپ پہلے نمازی ہوتے جو مسجد میں پہنچ کر دوسرے نمازیوں کا انتظار کیا کرتا۔ مختلف الانواع لوگوں کے لئے اپنی رہائشگاہ کو پانچ وقت کے آنے جانے کی جگہ بنا دینا کوئی معمولی نیکی نہیں، خصوصاً ایسی حالت میں اس نیکی کی قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ صاحب خانہ کا رہن سہن کا معیار خاصا بلند ہو، معاشرتی تعلقات کا دائرہ بہت وسیع ہو۔ بچیوں کی سہیلیاں، لڑکوں کے دوست، اپنے ملاقاتی معززین، عزیزوں رشتہ داروں کی بار بار آمد ورفت، کہیں مہمانوں کی کثرت سے کمروں کی تنگی، کبھی گرمیوں کی شاموں میں لان (Lawn) کا بڑھا ہوا استعمال۔ یہ سب گھما گھمی اپنے مقام پر رہی اور کبھی پنجوقتہ باجماعت نماز کی ادائیگی میں مخل نہ ہوسکی۔

باہر یہ اعلان کبھی نہ ہوا کہ چونکہ مستورات باہر صحن میں نکلنا چاہتی ہیں اس لیے آج یہاں نماز نہیں ہوگی۔ ہاں بسا اوقات اندر یہ سننے میں آیا کہ ابھی باہر نمازی موجود ہیں جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں باہر نہ نکلو۔...... آپ ان افراد میں سے نہیں تھے جو خود تو سختی سے نمازوں کے پابند ہوں لیکن بچوں کا اس بارہ میں خیال نہ رکھیں۔ کم ہی ایسے بزرگ ہوں گے جو اتنی باقاعدگی سے بلا ناغہ روزانہ بچوں کو پنجوقتہ نمازوں کی تلقین کرتے ہیں۔...... جن دنوں پہیہ دار کرسی پر بیٹھ کر اسے اپنے ہاتھوں سے گھماتے ہوئے آپ نماز کے لیے آتے تھے اس زمانے میں نماز سے پہلے میں نے بارہا ان کو اسی حالت میں اپنے بچوں میں سے کسی کے کمرے کی طرف نماز کی یاددہانی کروانے کے لئے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اصحاب احمد جلد 12)

۞...... مکرم شاہد احمد خان صاحب اپنے والد حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں: ''والد محترم نہایت باقاعدگی سے تہجد پڑھتے تھے اور اس میں بلند آواز سے دعائیں کرتے تھے۔ عرصہ تک میں سمجھتا رہا کہ نماز تہجد شاید بچوں کو معاف ہے اور بڑوں پر فرض ہے، کیونکہ میں نے والد صاحب کو اس باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے ہوئے دیکھا کہ مجھے یہ معلوم کرکے از حد حیرت ہوئی کہ یہ نماز فرض نہیں۔'' (اصحاب احمد جلد 12)

حضرت نواب صاحبؓ کی صاحبزادی مکرمہ طیبہ آمنہ صاحبہ لکھتی ہیں: ''ابا کو باقاعدہ تہجد پڑھتے پایا۔ 1948ء میں جب دل کا شدید حملہ ہوا تو چھ ماہ تک موت وحیات کی کشمکش میں رہے، مگر اس کے بعد جب طبیعت ذرا سنبھلی تو امی جان سے کہا کہ رات کو گھڑی کو الارم لگا کر میرے سرہانے رکھ دیا کریں۔ مَیں لیٹے لیٹے ہی تہجد ادا کرلیا کروں گا، حالانکہ ابھی بیماری اپنے زوروں پر تھی۔'' (اصحاب احمد جلد 12)

۞...... محترم مولانا بشیر احمد رفیق خانصاحب حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ساتھ ایک سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: سفر کے دوران ہم نے ایک رات ہوٹل میں ٹھہرنا تھا۔ شام کے کھانے بعد آپؓ نے فرمایا کہ ناشتہ صبح ساڑھے سات بجے ڈائننگ ہال میں کریں گے۔ میں ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا لیکن آپؓ کو وہاں نہ پایا۔ آپ وقت کی پابندی کا جس قدر خیال رکھتے تھے اس نے مجھے پریشان کر دیا۔ مزید پندرہ بیس منٹ بھی جب حضرت چوہدری صاحبؓ تشریف نہ لائے تو میں پریشانی میں آپؓ کے کمرہ میں حاضر ہوا۔ آپ چارپائی پر دراز تھے اور بہت کمزور دکھائی دے رہے تھے۔ فرمایا کہ رات کو میں نماز تہجد کی ادائیگی کے لیے اُٹھ کر غسل خانہ میں وضو کیلئے گیا اور پاؤں دھونے کیلئے Sink میں رکھا تو توازن قائم نہ رہ سکا اور گر گیا۔ سر نہانے کے ٹب سے ٹکرایا اور میں بیہوش ہوگیا۔ نہ جانے کتنی دیر بیہوش رہا۔ جب ہوش آیا تو چند منٹ تک یہ احساس نہ رہا کہ میں کہاں ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد اتنا یاد آیا کہ تم میرے ہمسفر ہو۔ پھر میں نے دس تک گنتی کی تو ٹھیک گنتی ہوگئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ میرا حافظہ درست ہے۔ اس کے بعد میں کمرہ میں چلا گیا اور بستر پر ہی نماز تہجد اور نماز فجر ادا کی۔ (رسالہ انصارالدین جولائی اگست 2014ء)

۞...... محترم بشیر احمد رفیق صاحب حضرت چودھری صاحبؓ کے التزامِ نماز کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: نمازوں کی ادائیگی اور نماز تہجد میں التزام آپؓ کے خاص وصف تھے۔ جب بھی ہم سفر پر جاتے اور کہیں قیام ہوتا تو شام کو کھانے کے بعد بیڈروم میں جانے سے قبل آپ عموماً یہ پوچھا کرتے کہ فجر کی نماز کا کیا وقت ہوگا اور نماز میرے کمرہ میں آکر پڑھیں گے یا میں آپکے کمرہ میں آجاؤں؟ (بقیہ صفحہ 6 پر)

پہلے یورپین واقف زندگی اور فدائی مبلغ احمدیت

محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب

(محمود احمد ملک)

(قسط دوم)

محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب کے بارہ میں اپنے چند مشاہدات بیان کرنے سے قبل مَیں اُس بزرگ وجود کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں جو محترم آرچرڈ صاحب کے قبولِ اسلام کا ذریعہ بنے یعنی

مکرم و محترم عبدالرحمٰن دہلوی صاحب

محترم عبدالرحمٰن صاحب دہلوی کی وفات قریباً ایک سو سال کی عمر میں 15 فروری 2009ء کو کینیڈا میں ہوئی۔ آپ 1910ء میں دہلی میں حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلویؓ کے ہاں پیدا ہوئے تھے اور آپ کا نام حضرت خلیفۃالمسیح الاوّلؓ نے رکھا تھا۔ آپ تیرہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ دہلی سے میٹرک اور قادیان سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرکے آپ لکھنؤ گولا کھنڈ کالج میں انگریزوں کو اُردو پڑھانے پر مقرر ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم میں برٹش آرمی میں بھرتی ہوگئے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تعینات رہے۔ 1942ء میں آپ برما کے محاذ پر تھے جب آپ کی ملاقات لیفٹیننٹ جان برین آرچرڈ سے ہوئی جو اسلام قبول کرکے محترم بشیر احمد آرچرڈ کہلائے۔

محترم دہلوی صاحبؒ کو آنحضور ﷺ سے غیر معمولی عشق تھا اور ان کا نام آتے ہی آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ درود شریف کی برکات سے متعلق حضرت مولوی اسماعیل حلالپوری صاحب کی کتاب شائع کرکے آپ نے مفت تقسیم کی۔ بہت متوکّل اور دعاگو انسان تھے۔ رسول کریم ﷺ کی پاک و مطہر زندگی کے واقعات سناتے تو آنسوؤں سے آنکھیں نمناک ہوتیں۔ آنحضرت ﷺ کا نام لبوں پر آتا تو ہونٹ تھرتھرانا شروع کر دیتے، جسم پر کپکپی طاری ہوجاتی، گویا غم سے نڈھال ہوئے جارہے ہیں۔

فوج سے سبکدوش ہونے کے بعد 1958ء میں محترم دہلوی صاحب ربوہ منتقل ہوگئے اور 1980ء تک دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1982ء میں اپنے بیٹے کے پاس کینیڈا چلے گئے۔ یہاں آپ تبلیغ کرنے کے مواقع کی تلاش میں رہتے۔ آپ نے ریڈکرسچین کالج میں بھی تعلیم حاصل کی ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک عیسائی ہمسائی آپ سے گفتگو کے بعد کہنے لگی کہ عیسائیت اور بائبل کا جتنا علم ان کو ہے ہمارے پادریوں کے پاس اُس کے مقابلہ میں عیسائیت کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ اسی طرح آپ اپنے فیملی ڈاکٹر لوئس کو بھی تبلیغ کیا کرتے تھے جو سابق وزیراعظم ملائشیا تنکو عبدالرحمٰن کے بھی معالج رہے تھے۔ وہ آپ کی باتیں سننے کے لئے دیر تک آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور کہتے کہ باہر بیٹھے لوگ تو میرے ہاتھ سے شفا پانے کا انتظام کررہے ہیں لیکن یہاں اندر مَیں مسٹر دہلوی کے ذریعے اپنی روحانی شفا کا بندوبست کررہا ہوں۔ ایک روز ڈاکٹر لوئس کہنے لگے کہ میں ان کی باتوں پر گھر جاکر گھنٹوں غور کرتا ہوں اور اگر دنیا میں کچھ اَور لوگ بھی ان جیسے ہوجائیں تو یہ دنیا تو بہشت بن سکتی ہے۔

محترم دہلوی صاحب نے قرآن و حدیث، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے ارشادات کو لکھ لکھ کر اور اُن کی بے شمار عکسی نقول کرواکر ایک بڑے تھیلے میں اپنے پاس رکھی ہوتی تھیں۔ جلسہ ہوتا یا کوئی شادی بیاہ کی تقریب ہوتی، ہر جگہ اور ہر محفل میں آپ وہ پمفلٹ تقسیم کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں دہلی اور کوئٹہ میں تبلیغ کرتے ہوئے ماریں بھی کھا چکا ہوں اور کوئٹہ میں تو ایک شخص نے میری عینک بھی توڑ دی تھی۔ اور ایک بار ایک شخص چاقو لے کر مجھے مارنے بھی آگیا تھا لیکن پھر پتہ نہیں اُسے کیا ہوا کہ بجائے مارنے کے وہ میرے سامنے کھڑا ہوکر کانپنے لگا۔ میں نے اُس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ اُسے مولویوں نے مجھے مارنے کے لئے بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اس طرح وہ جنت کا حقدار ہوجائے گا۔ وہ میرے پیروں پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا۔ میں نے اُس سے کہا کہ معافی مانگنی ہے تو خدا سے مانگ۔

ایک بار آپ کے بیٹے نے آپ سے کہا کہ شادی بیاہ پر یہ تھیلا نہ لایا کریں اور وہاں کچھ نہ بانٹا کریں تو آپ اُس سے کہنے لگے کہ سمجھ لو تمہارا باپ پاگل ہے، اُسے تبلیغ کا جنون ہے۔ اُس کے لئے موقع محل کچھ نہیں ہے۔ اُسے تو یہ فکر ہے کہ کسی طرح اسلام اور احمدیت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچ جائے۔

کینیڈا آنے کے چند دن بعد آپ اپنے بیٹے سے کہنے لگے کہ پاکستان میں تو تم نماز اور قرآن روزانہ پڑھنے کی پابندی کرتے تھے لیکن اب دین کا خانہ بالکل خالی ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ تم پاکستان میں رہتے لیکن دین تمہارے پاس رہتا۔ اِس نصیحت کے نتیجہ میں آپ کے بیٹے نے نہ صرف نماز اور قرآن کی تلاوت میں باقاعدگی اختیار کی بلکہ روزانہ نصف گھنٹہ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب بھی آپ کو سنایا کرتے اور اس طرح از کم تین بار ساری کتب بھی پڑھ ڈالیں۔

1986ء میں حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کینیڈا تشریف لائے تو آپ نے حضورؒ سے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ میری وفات کے بعد آپؒ میرا جنازہ پڑھائیں۔ حضورؒ نے مسکراکر فرمایا کہ دہلوی صاحب ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ آپ ابھی بہت جئیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی اور صحت والی عمر عطا فرمائی۔ 99 سال کی عمر میں بھی اپنے کام خود کرتے تھے۔ آخری دن تک تہجد اور فجر کی نماز کے لئے اُٹھے۔ وضو کیا اور کھڑے ہوکر نمازیں ادا کیں۔ کینیڈا میں دوبار آنکھوں کا آپریشن ہوا جس کی وجہ سے صحیح طور پر تلاوت قرآن یا حضرت مسیح موعودؑ کی کتب نہ پڑھ سکتے اور اس کا آپ کو بہت صدمہ تھا۔

آپ موصی تھے اور تحریک جدید کے اوّلین پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ اردو زبان پر مسلمہ قدرت حاصل تھی۔ ادب اور شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ غالب کے فارسی کلام پر بھی مکمل عبور حاصل تھا۔ قیام پاکستان سے قبل وہ مسلم لیگ

کے جلسوں میں تقریریں کیا کرتے تھے۔ نیک دل، دوست نواز، حد درجہ مہمان نواز اور عبادت گزار انسان تھے۔ خوش مزاجی اور خوش خلقی کا ثبوت دیتے ہوئے مہمانوں کی حد درجہ تواضع کرتے۔ سادہ مگر صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔ سیاہ رنگ کی شیروانی اور جناح کیپ ضرور پہنتے۔

آپ کی قبولیت دعا کے بے شمار واقعات ہیں۔ مثلاً آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ رنگون سے میرا تبادلہ برما کمانڈ کے ہیڈ کوارٹر میں ہوگیا۔ رنگون کا سٹاف پکی عمارتوں میں رہتا تھا اور برما کمانڈ کا سٹاف خیموں میں۔ چونکہ برما میں بارشیں کافی ہوتی ہیں اس وجہ سے میں برما کمانڈ جانا نہیں چاہتا تھا۔ میرے ساتھیوں میں سے کوئی بھی وہاں جانے پر رضامند نہیں تھا۔ ہمیں مع ہمارے سامان کے ٹرک پر بٹھا دیا گیا اور ٹرک ہمیں لے کر روانہ ہوگیا۔ اُس وقت تیز بارش بھی شروع ہوگئی۔ میں نے دعا کرنی شروع کردی کہ کسی طرح ہماری یہ تبدیلی رُک جائے۔ اس بارش کے دوران ہم برما کمانڈ کے ہیڈ کوارٹر پہنچے۔ ہمارے انٹرویو کے لئے تین میجروں کا ایک بورڈ مقرر تھا۔ ہم باری باری بورڈ کے سامنے انٹرویو کے لئے جاتے رہے۔ جب میں اپنی باری ختم کر کے واپس آیا تو موسلا دھار بارش جاری تھی۔ میں نے دعا شروع کردی کہ الٰہی اس تبدیلی کے آرڈر کو منسوخ کردے۔ قربان جایئے خداوند تعالیٰ کی قدرت کے کہ جن الفاظ میں مَیں نے دعا کی تھی انہی الفاظ میں اُس نے منظور فرمالی اور انٹرویو کرنے والے افسر نے ہمارا تبادلہ منسوخ کردیا۔

ایک واقعہ جو محترم دہلوی صاحب نے خاکسار راقم الحروف کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا وہ آپ کے الفاظ میں یوں ہے کہ برما میں Meiktila میں میرے ساتھ ہسپتال میں ایک مولوی عمر خطاب صاحب مولوی فاضل ہوتے تھے۔ ایک دن میں نے اُن سے کہا کہ چلو Mamyo میں احباب جماعت سے ملاقات کر آئیں۔ وہاں ہمارا ریکارڈ آفس تھا اور کئی ہندوستانی احمدی بھی وہاں تھے۔ آفیسر کمانڈنگ Major M.A. Mohar نے از راہِ نوازش اپنی ذاتی جیپ ہمیں استعمال کے لئے دیدی اور ایک ہندو ڈرائیور بھی دیدیا۔ شام کو اُس ڈرائیور سے میں نے کہا کہ جیپ کو اچھی طرح دیکھ بھال کر پٹرول وغیرہ بھرلے۔ دوسرے دن علی الصبح ہم روانہ ہوئے تو ڈرائیور نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ اُس نے رات کو پٹرول بھرلیا تھا۔ قریباً ساٹھ میل کا سفر طے کیا ہوگا کہ جیپ کھڑی ہونے لگی۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ مگر وہ خاموش رہا۔ بار بار دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ پٹرول ختم ہوگیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ رات کو بارہ بجے تک ہم جیپ میں گھومتے رہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رات کو سارا پٹرول خرچ ہوگیا۔ ہم کافی دیر تک سڑک پر کھڑے انتظار کرتے رہے کہ کسی فوجی گاڑی سے تھوڑا سا پٹرول مل جائے مگر کوئی پٹرول دینے کے لئے تیار نہ ہوا۔ وہ بڑے خطرناک دن تھے۔ برمی ہندوستانیوں کے سخت خلاف تھے اور جہاں اِکّا دُکّا ہندوستانی کو اکیلے پاتے تو قتل کردیتے تھے۔ ہم اُس وقت بالکل جنگل میں تھے، کوئی ہتھیار پاس نہ تھا اور قرب وجوار میں کوئی بڑی بستی بھی نہ تھی۔ میں جیپ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی چلاؤ۔ میں نے دعا شروع کردی اور عرض کیا کہ بارِ الٰہی پٹرول میں یہ خاصیت کہ وہ موٹر کو چلاتی ہے کس نے پیدا کی؟ آپ نے ہی تو پیدا کی ہے۔ آج آپ ہوا میں وہ خاصیت پیدا کردیجئے اور ہوا کو حکم دیجئے کہ وہ گاڑی کو چلائے۔ ڈرائیور نے گاڑی چلانا شروع کی۔ لیکن ڈرائیور جب کبھی سامنے سے کوئی سول یا ملٹری گاڑی آتے دیکھتا تو اس گاڑی کے ڈرائیور سے درخواست کرتا کہ ایک دو گیلن پٹرول دیدو مگر کوئی دینے کے لئے رضامند نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ ہم مانڈلے کے قریب پہنچ گئے۔ مانڈلے سے چند میل کے فاصلہ پر ایک سول گاڑی خراب ہوئی کھڑی تھی۔ باوجودیکہ میں نے ڈرائیور سے کئی مرتبہ کہا کہ گاڑی کھڑی کر کے پٹرول نہ مانگو اور چلتے چلو۔ مگر اُس نے اس جگہ پھر گاڑی روک لی اور اس گاڑی کے ڈرائیور سے بھی وہی پٹرول کا مطالبہ دہرادیا۔ وہ ڈرائیور اس شرط پر ایک گیلن پیٹرول دینے پر راضی ہوا کہ مانڈلے پہنچ کر وہ دو گیلن پٹرول وصول کرے گا۔ چنانچہ ایک گیلن پٹرول گاڑی میں ڈال کر ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ آج تک اُس نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ گاڑی بغیر پٹرول کے چالیس میل چلی ہو۔ میں نے اسے جواب دیا کہ آج اگر تم یہ گاڑی اسی صورت میں بغیر پٹرول ڈالے میمیو تک بھی لے جاتے تو گاڑی راستے میں پٹرول نہ ہونے کی وجہ سے کبھی نہ رکتی......۔

اسی طرح کے کئی واقعات محترم دہلوی صاحب کی پاکیزہ زندگی کا حصہ تھے۔

=====================

محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب کے حوالہ سے ذاتی مشاہدات پر مبنی چند معروضات پیش کرنے سے قبل خاکسار آپ کے بڑے بیٹے مکرم ناصر احمد آرچرڈ صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے جنہوں نے اپنی یادداشت کی بنیاد پر تحریر کئے جانے والے خاکسار کے اس مضمون میں بعض خاندانی امور میں معلومات کی درستی کے لئے گرانقدر تعاون فرمایا۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

❁...... پہلے انگریز واقف زندگی ہونے کا اعزاز حاصل کرنے والے اس قابل قدر وجود سے راقم الحروف کا تعارف 1989ء میں اُس وقت ہوا جب خاکسار کا تقرر اسلام آباد (ٹلفورڈ۔ یُو کے) میں قائم رقیم پریس کے کمپیوٹر سیکشن میں ہوا۔ یہاں دنیا کی مختلف زبانوں میں سلسلہ کی کتب کے تراجم اور مسودات کے علاوہ چند رسائل کی ٹائپ سیٹنگ، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ کی جاتی تھی جن میں سے ایک انگریزی ماہنامہ ''ریویو آف ریلیجنز'' تھا۔ محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب اس رسالہ کے مدیر تھے۔ اگرچہ رسالہ کے ادارتی بورڈ میں کچھ دیگر احباب کے اسماء بھی شامل تھے تاہم اس حوالہ سے تمام تر ذمہ داری محترم آرچرڈ صاحب کے کاندھوں پر ہی تھی اور آپ اس ذمہ داری کو نہایت احسن رنگ میں تن تنہا سرانجام دے رہے تھے اور اس میں از حد اطمینان اور سرور محسوس کرتے تھے۔ اس رسالہ کے مضامین کی ٹائپنگ کی سعادت خاکسار کو ملنے لگی تو اس درویش صفت وجود سے قربت کا تعلق بھی آہستہ آہستہ بڑھنے لگا اور مجھے یہ احساس ہوتا چلا گیا کہ اپنے نفس کو تابع رکھنے کا ہنر جاننے والا یہ وجود تعلق باللہ اور مخلوق کی ہمدردی میں بہت بلند مقام پر فائز تھا۔

❁...... 1989ء کے آغاز میں دنیا بھر میں صد سالہ جوبلی کے جشنِ تشکّر کے سلسلہ میں مختلف پروگرام تشکیل دیئے جارہے تھے۔ تمام رسائل اپنی خصوصی اشاعتوں کی تیاری میں بھی مصروف تھے۔ رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' بھی نسبتاً ضخیم تھا اور اس میں ''جماعت احمدیہ کی صد سالہ تاریخ'' کے حوالہ سے بھی ایک تفصیلی مضمون شامل اشاعت تھا۔ اس مضمون کی ٹائپنگ کرتے وقت مجھے اس اہم مضمون میں چند تاریخی اغلاط کا احساس ہوا۔ خاکسار نے اس کا ذکر آپ سے کیا تو آپ واقعتہً پریشان ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ مضمون اردو زبان میں تھا جس کا انگریزی میں ترجمہ کسی سے

کروایا ہے اور کسی دوسرے سے چیک بھی کروایا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اسلام آباد میں تو کوئی ایسی لائبریری نہیں ہے جس کی مدد سے مَیں اس کو چیک کرسکوں لیکن کیا تم اِس مضمون میں ایسی غلطیوں کی نشاندہی کر سکتے ہو جو یقینی طور پر واقع ہوئی ہیں۔ اس پر خاکسار نے ایسا ہی کیا اور 'یورپ میں احمدیہ مراکز تبلیغ' کے موضوع پر لکھے ہوئے اپنے ایک مضمون کی نقل بھی آپ کو مہیا کردی۔ اس مقالہ میں مستند ریفرنسز بھی موجود تھے۔ خاکسار کی اس کاوش کو قبول کرتے ہوئے محترم آرچرڈ صاحب نہایت درجہ شکرگزار ہوئے اور دراصل باہم علمی گفتگو کا آغاز تب سے ہوگیا۔

❀...... محترم آرچرڈ صاحب ایک درویش صفت، نہایت دعا گو اور بزرگ احمدی مبلغ تھے۔ مزاج نہایت دھیما اور لب ولہجہ بہت میٹھا تھا۔ سخت بات نہ کسی کو کہہ سکتے تھے بلکہ اگر کبھی کسی دوسرے کو بھی تلخ لہجے میں کسی اَور سے بات کرتا ہوا دیکھ لیتے تو بھی آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا اور بعد میں بار بار اس بات کا اظہار کرتے کہ ہمارا رویہ آپس میں مشفقانہ ہونا چاہئے اور ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ بہرحال نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے۔

❀...... حقیقت یہی ہے کہ محترم آرچرڈ صاحب کو کبھی بھی کسی سے غصّہ کی حالت میں مخاطب ہوتے ہوئے مَیں نے نہیں دیکھا۔ اگر کسی کی کوئی بات انتہائی ناگوار بھی محسوس ہوتی (جس کی بڑی وجہ نادانستہ یا مذاق میں غلط بیانی ہوا کرتی تھی) تو آپ شدید کرب محسوس کرتے اور اس کا اظہار نہ صرف اپنی زبان سے کردیتے بلکہ وہ کرب آپ کے چہرہ سے بھی عیاں ہوتا۔

❀...... محترم آرچرڈ صاحب انتہائی درجہ کا سچ بولنے کے عادی تھے اور دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتے تھے۔ قولِ سدید کو نہ صرف اپنی شخصیت کا حصّہ بنالیا تھا بلکہ اپنے ماحول میں بھی اسے فروغ دینے کے لئے ہرممکن کوشش فرماتے۔ ایک بار فرمانے لگے کہ تم ایشین لوگ سچ کو بھی سچ کی طرح نہیں بولتے۔ میرے حیرت کا اظہار کرنے پر فرمایا کہ تم لوگ جب آپس میں ملتے ہو تو سلام کے بعد حال پوچھنے پر فوراً جواب دے دیتے ہو کہ الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ دو دن سے فلُو کی وجہ سے کمزوری ہے یا رات سے کمر میں درد ہے وغیرہ۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ پہلا بیان پوری سچائی نہیں تھا۔

آپ کی یہ بات سُن کر مَیں واقعتاً ہکّابکّا رہ گیا اور اُس روز سے مَیں نے محترم آرچرڈ صاحب کی روزمرّہ بات چیت کو خاص طور پر آپ کے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں پرکھنا شروع کیا تو مجھے احساس ہوا کہ آپ سچ بولنے کے اس قدر عادی تھے کہ سچ بولنے کے سوا، شاید کوئی فقرہ بول ہی نہیں سکتے تھے۔ کبھی مذاق میں بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں ہوتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بھی آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی جاتی اور آپ اس کا وعدہ کرلیتے تو نہ صرف خاص طور پر دعا کرتے بلکہ بعد میں اس معاملہ کے بارہ میں دریافت بھی کرتے رہتے۔ دراصل آپ کی سچائی آپ کی روزمرّہ زندگی بلکہ فطرت کا حصہ بن چکی تھی۔ جب بھی کوئی وعدہ کرتے تو پوری طرح سوچ سمجھ کر کرتے کہ اُسے پورا کرسکیں گے یا نہیں اور پھر اپنا وعدہ ایفاء کرنے کے لئے ہرممکن کوشش کرتے خواہ یہ وعدہ کسی کے ذاتی امور سے متعلق ہوتا یا کسی دینی پروگرام کی غرض پیش نظر ہوتی۔

سچائی کا یہی اعلیٰ معیار محترم آرچرڈ صاحب کی مالی قربانیوں سے بھی عیاں ہوتا تھا۔ مالی قربانی میں آپ کا مقام اتنا نمایاں تھا کہ جب پہلی بار مجھے آپ کی ماہوار قربانی کا علم ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ گویا آپ نے اپنا سب کچھ ہی خدمتِ دین کے لئے پیش کردیا ہے اور مال، وقت اور جان ...... ہر چیز عملاً قربان کردی ہے۔ لیکن باوجود خواہش کے مَیں کبھی اُن سے اُن کے مالی معاملات کے بارہ میں استفسار نہیں کرسکا۔ جس خاموشی سے وہ آکر چندہ ادا کیا کرتے تھے یہی خاموشی مجھے اپنی حیرت کو چھپانے پر مجبور کرتی رہی۔

❀...... محترم آرچرڈ صاحب کی ایک بہت بڑی خوبی وقت کی پابندی تھی۔ آپ اس بات سے شدید کوفت محسوس کرتے تھے کہ دیئے گئے وقت کے بعد بلاوجہ انتظار کروایا جائے۔ چنانچہ محترم آرچرڈ صاحب جب گلاسگو (سکاٹ لینڈ) میں تعینات تھے تو احباب جماعت اجلاسات میں شامل ہونے کے لئے چند منٹ دیر سے آنے کے عادی تھے اور اسے کوئی بُرا بھی نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن محترم آرچرڈ صاحب کی تعیناتی کے بعد جب پہلے اجلاس کے لئے لوگ آنا شروع ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اجلاس وقتِ مقررہ پر شروع ہوچکا تھا اور ٹھیک وقت پر محترم آرچرڈ صاحب نے پوڈیم پر کھڑے ہوکر اپنی تقریر کا آغاز کردیا تھا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے ہی اجلاس سے اکثر احباب نے وقت کی پابندی شروع کردی۔

❀...... محترم آرچرڈ صاحب اپنے اُس مقام سے پوری طرح آشنا تھے جس کا اظہار سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے نام اپنے ایک ابتدائی خط میں یوں فرمایا تھا:

''اگرچہ آج آپ کے ملک کے لوگ بھی آپ کو نہیں جانتے چہ جائیکہ دنیا آپ کو جانے کہ آپ کون ہیں۔ مگر وہ وقت نزدیک ہے جب رُوئے زمین پر خدا کے نام کا بول بالا ہوگا اور دنیا میں ہر جگہ احمدیت کا چرچا ہوگا۔ پھر ایک وقت آئے گا جب آپ کے وطن کے لوگ تاریخ کے ان اوراق کا مطالعہ کریں گے کہ احمدیت کے آغاز کے زمانہ میں ایک انگریز بھی تھا جس نے احمدیت قبول کی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوگا کہ بشیر احمد آرچرڈ نام کے ایک شخص نے احمدیت قبول کی تھی تو پھر وہ مطمئن ہوجائیں گے کہ انگریز قوم نے اپنا حق پورے طور پر ادا کیا۔

بے شک آج آپ کو کوئی نہیں جانتا اور کسی نے آپ کا نام نہیں سنا لیکن یاد رکھو کہ ایک زمانہ آئے گا کہ قومیں آپ پر فخر کریں گی اور آپ کی تعریف کے گیت گائیں گی اس لئے آپ اپنے قول وفعل پر نظر رکھو۔ یہ مت خیال کرو کہ جو کچھ آپ کررہے ہو وہ آپ کا ذاتی فعل ہے بلکہ وہ فعل تمام انگریز قوم کی طرف منسوب ہوگا اور آئندہ آنے والی نسلیں آپ کی پیروی کریں گی۔...... اگر آپ کے افعال اور آپ کا کردار اسلامی تعلیم کے مطابق ہوگا اور آپ کے افعال اعلیٰ ہوئے تو وہ آپ کی قوم کے اخلاقی کردار کو بڑھانے میں مُمِد ہوں گے۔ لیکن اگر وہ اسلامی تعلیم کے مطابق نہ ہوئے تو آپ کی قوم کو نقصان ہوگا اس لئے کوشش کرو کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے عمدہ نمونہ قائم کرو، ورنہ خداتعالیٰ آپ کی جگہ اپنے کسی اَور بندے کا انتخاب کرلے گا جو یہ کام کرسکے۔ جب احمدیت کا دنیا میں غلبہ ہوجائے گا اور انشاءاللہ ایسا ہوگا اور دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو اِس ترقی کو روک سکے تب

لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے عظمت ہوگی، اس عظمت سے بھی زیادہ، جو اُن کے دلوں میں بڑے وزیراعظم کے لئے ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز جون 1947ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی مذکورہ بالا توقعات کو محترم آرچرڈ صاحب نے کبھی فراموش نہیں کیا۔ اپنے قول وفعل، ہر دو کے بارہ میں بیحد محتاط تھے بلکہ شک میں مبتلا کرنے والے امور سے بھی ہمیشہ مجتنب رہتے تھے۔ اس حوالہ سے کئی مثالیں میرے ذہن میں موجود ہیں۔ مثلاً یورپ کی مارکیٹ میں جو ٹائیاں عام طور پر دستیاب ہیں وہ کُلّی طور پر یا جُزوی طور پر مصنوعی Silk سے تیار کی جاتی ہیں۔ یہ ٹائیاں نہ صرف دیکھنے میں چمکدار اور خوشنما معلوم ہوتی ہیں بلکہ اِن کی گرہ لگانا اور کھولنا بھی آسان ہوتا ہے۔ لیکن محترم آرچرڈ صاحب وہ ٹائی استعمال نہیں کرتے تھے جس میں Silk کی ملاوٹ بھی ہو۔ اس حوالہ سے ایک بار فرمانے لگے کہ اسلام نے ریشم کا استعمال مَردوں کے لئے ممنوع قرار دیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اصل ریشم کا استعمال تو واقعی مسلمان مَردوں کے لئے حرام ہے لیکن یہ تو مصنوعی ریشم ہے جس کا صرف نام ہی Silk ہے۔ اس پر آپ فرمانے لگے کہ ممکن ہے کہ ان کے استعمال میں کسی حد تک اصل ریشم بھی استعمال ہوتا ہو۔ یا بہرحال ان کی ریشم کے ساتھ ایک مماثلت تو موجود ہے اس لئے میری طبیعت اِن کے استعمال کو نہیں مانتی۔ غالباً آپ نے مثال کے طور پر ایسی غذاؤں کا بھی ذکر کیا جن میں شاید معمولی سی سؤر کی چربی (Lard) کی آمیزش موجود ہوسکتی تھی۔ چنانچہ آپ ایسی دکانوں سے فرائی چپس اور فرائی مچھلی لینا پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سؤر کے گوشت یا چربی سے بنی ہوئی اشیاء بھی فرائی کی جاتی ہوں۔ سٹورز سے کبھی کیک یا کوئی ایسی کھانے کی چیز نہیں خریدتے تھے جس میں موجود اجزاء کی فہرست میں جانوروں کی چربی (Animal Fat) بھی شامل ہوتی تھی۔

❁...... محترم آرچرڈ صاحب تقویٰ کی نہایت باریک راہوں پر بہت محتاط انداز میں قدم اٹھاتے تھے۔ آپ اپنی ذات کی حد تک ہر قسم کی تکلیف برداشت کر لیتے لیکن کبھی ایسی بات کو اختیار نہ فرماتے جس بارہ میں کبھی شک وشبہ بھی آپ کے ذہن میں آیا ہو۔ آپ کی تربیت میں بہت زیادہ دخل حضرت مصلح موعودؓ کے بعد حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کا تھا۔ یورپ کی شدید سردیوں میں جب یہاں کے مقامی باشندے شراب (الکحل) سے مصنوعی حرارت جسم میں پیدا کرکے موسم کی شدّت کا مقابلہ کرتے وہاں مسلمان اکثر چائے اور کافی کا استعمال بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ محترم آرچرڈ صاحب نہ صرف چائے اور کافی کا استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ کیفین کا حامل کوئی مشروب (کولڈ ڈرنک) بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ کیفین کسی حد تک نشہ آور ہوتی ہے اس لئے کئی دہائیاں گزر گئی ہیں مَیں نے کیفین والی کوئی چیز استعمال نہیں کی۔ مَیں نے عرض کیا کہ کئی ڈرنکس میں تو کیفین کی بہت ہی معمولی مقدار ہے اور پھر چائے کافی وغیرہ تو حرام نہیں ہیں۔ فرمانے لگے کہ ہاں حرام نہیں ہیں لیکن اگر اس سے بچا جاسکتا ہو تو ضرور بچنا چاہئے۔ مَیں نے پوچھا کہ شدید سردی میں پھر آپ کونسی گرم غذا استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت چودھری صاحبؓ نے مجھے بتایا تھا کہ سردیوں کے موسم میں گرم چاکلیٹ (Hot Chocklate) استعمال کرلیا کرو، مَیں بھی ایسا ہی کرتا ہوں اور اس حوالہ سے اُن کو نصیحت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اُس وقت کی تھی جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن آنے سے حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آرچرڈ صاحب نے بتایا کہ آپ بھی کئی دہائیوں سے ایسا ہی کررہے ہیں۔ اسی طرح آپ ایک مشروب Postum بھی استعمال کیا کرتے تھے جو Health Shop سے دستیاب تھا۔ یہ چائے کی طرح استعمال کیا جاتا ہے لیکن کیفین سے پاک ہے۔

ویسے محترم آرچرڈ صاحب بہت Health concious تھے اور میدے کی بنی ہوئی ڈبل روٹی وغیرہ بھی استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ بغیر چھنے ہوئے آٹے کے استعمال کو ترجیح دیتے تھے۔ مجھے بارہا اُن کے ہمراہ شاپنگ کے لئے جانے کا اتفاق ہوا۔ کئی بار ہم Health Shops میں بھی گئے جہاں سے ذہنی تقویت کے لئے مختلف بیج (Nuts) اور خشک پھل خریدا کرتے تھے۔

❁...... اسی حوالہ سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اُس زمانہ میں حلال گوشت کی دکانیں اتنی عام نہ تھیں بلکہ لندن کے دو چار علاقوں میں واقع چند دکانوں سے ہی حلال گوشت حاصل کیا جاسکتا تھا۔ اسلام آباد کے باسیوں کے لئے وہاں جاکر گوشت لانا واقعی کارے دارد تھا کیونکہ ذرائع آمدورفت انتہائی مسدود تھے اور اگر اُس وین میں جگہ مل بھی جائے جو روزانہ علی الصبح کارکنان کو لے کر مسجد فضل جاتی تھی اور رات گئے واپس لَوٹا کرتی تھی، تو بھی سارا دن بلا مقصد لندن میں گزارنا مشکل امر تھا۔ لیکن اسلام آباد کے نواحی علاقوں میں حلال یا ایشین اشیائے خوردونوش کی عدم دستیابی بھی ایک حقیقت تھی۔ یہی کیفیت یورپ کے اکثر علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کی تھی۔ چنانچہ برطانیہ کے مختلف علاقوں میں آباد مسلمان اس کا ایک حل تو یہ نکالا کرتے تھے کہ چونکہ یہودی بھی ذبیحہ کھاتے ہیں اس لئے اکثر مسلمان یہودیوں کے سٹورز سے بکرے کا گوشت حاصل کرکے اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُسے استعمال کرلیا کرتے تھے۔ لیکن مکرم آرچرڈ صاحب اس حوالہ سے بھی منفرد تھے۔ چنانچہ ایک بار فرمایا کہ جب باقاعدہ حلال ذبیحہ کا گوشت مہیا ہوسکتا ہو (خواہ اس کے لئے کتنا ہی تردّد کیوں نہ کرنا پڑے) تو پھر دوسرے کسی طریق سے دستیاب گوشت استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

مَیں نے عرض کیا کہ بہت سے لوگ اُن حلال دکانوں میں مہیا کئے جانے والے گوشت کے بارے میں بھی شک کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور بعض مقامات سے ایسی خبریں بھی آئی ہیں کہ شاید گوشت صحیح طور پر ذبیحہ نہیں تھا بلکہ جہاں سے باقی گوشت آتا ہے، اُسی گوشت کو بعض مسلمان دکانداروں نے ذبیحہ کے نام پر مسلمانوں کو بیچ دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہمیں خواہ مخواہ تجسّس نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کوئی واقعہ سامنے آجائے تو اُس کی بنیاد پر فیصلہ لینا چاہئے ورنہ گوشت بیچنے والے کی بات پر یقین کرنا چاہئے سوائے اس کے کہ اُس کے خلاف کوئی واقعاتی ثبوت مل جائے۔ فرمانے لگے کہ مَیں جب بھی گوشت لینے خود جاتا ہوں، دکاندار سے یہ اظہار ضرور کردیتا ہوں کہ حلال گوشت چاہئے۔ لیکن پھر اس کے بعد بلاوجہ شک میں مبتلا نہیں ہوتا۔ پھر یہ اُس کا اور خدا کا معاملہ ہے۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے۔ انشاء اللہ)

محترم حافظ سلیم احمد آٹاوی مرحوم

(عبدالرحمٰن شاکر)

محترم حافظ سلیم احمد مرحوم بھی ایک رقم تھے۔ حافظِ قرآن، شاعرِ بے بدل، نکتہ سنج، ذہین، باغ و بہار طبیعت، منکسر المزاج، بے حد ہمدرد، دوستی نبھانے میں مثال، سلسلہ احمدیہ پر فدا، تقریباً مولوی فاضل۔ بس ذرا یونہی سی لاپرواہی دکھائی یا یوں کہیے کہ اپنا ہی ایک شعر بیچ میں حائل ہوگیا۔ ورنہ فاضل یہ بنے بنائے تھے۔ شعر تھا

نہیں ہے شوق کہ کہلاؤں مولوی فاضل
لہور کس لئے جاؤں مَیں امتحاں کے لئے

اصل وطن آٹاوہ (یوپی)، والد کا نام رحیم خاں تھا۔ وہاں کی گزری بازار کی جامع مسجد کٹرہ پنجابیاں میں حافظ عبدالرحیم سے قرآن مجید حفظ کیا۔ تعلیم مڈل تک پائی اور تحصیل میں سمن تعمیل کرانے کی ڈیوٹی سنبھالی۔ خود سُناتے تھے کہ میں چپڑاس پہن کر بڑا فخر محسوس کیا کرتا تھا۔ حُسن صورت سے بھی ذرا کم حصہ پایا تھا۔

1916ء میں سعادتِ ازلی نے احمدیت کی طرف متوجہ کیا۔ قادیان دیکھنے آئے اور بیعت کرلی۔ جب گھر والوں کو بتایا تو وہ سخت خفا ہوئے اور ان کو گھر سے نکال دیا۔ یہ لَوٹ کر پھر قادیان آگئے اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔ مولوی فاضل کلاس تک پڑھے مگر عین آخری وقت ارادہ بدل لیا اور امتحان نہ دیا۔

حافظ صاحب میں احمدیت کے لئے بہت غیرت تھی۔ پیغام حق پہنچانے میں کسی سے دَب کے نہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مکتوب مفتوح لکھا۔ پھر اپنی عمر کے آخری حصہ میں وفات سے کچھ عرصہ قبل مولوی احتشام الحق تھانوی (کراچی) کو تبلیغی خط لکھا کہ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ کو پیغام حق دوں۔ اوّل آپ میرے ہموطن ہیں۔ دوسرے آپ کے والد مرحوم مولوی ظہور الحق صاحب سے مَیں نے کچھ حصہ قرآن مجید کا یاد کیا تھا۔ اور تیسرے آپ نے ہماری جماعت کے متعلق سُنے سنائے الزامات کو سچ مان لیا ہے۔ کچھ مطبوعہ ٹریکٹ بھی بھجوائے اور آخر میں لکھا کہ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰىٓ اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۔

تقریباً دو سال تک قادیان میں نائب ایڈیٹر الفضل بھی رہے۔ 1931ء سے 1947ء (تقسیم ملک) تک حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ موجد طرز کتابت یسرنا القرآن کے دفتر میں کارکن رہے اور نہایت محنت، دلچسپی اور دیانتداری سے کام کیا جس پر حضرت پیر صاحب نے خوش ہوکر دو مختلف اوقات میں انہیں 500 روپے انعام دیے۔

مولوی نذیر احمد علی مرحوم سیرالیون سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو انہوں نے حافظ سلیم احمد کو آمادہ کرلیا کہ وہ مولوی صاحب کے ہمراہ مغربی افریقہ چلیں۔ وہاں پر حافظِ قرآن کوئی نہیں ہے۔ یہ راضی ہوگئے۔ مولوی صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بھی ان کو ہمراہ لے جانے کی اجازت لے لی مگر جس وقت حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کو علم ہوا تو انہوں نے سخت احتجاج کیا اور عرض کیا کہ میرا دفتر حافظ صاحب کے بغیر کیسے چلے گا؟ تب حضرت مصلح موعودؓ نے حافظ صاحب کو افریقہ جانے سے منع کردیا ورنہ یہ تو تقریباً پہنچ ہی گئے تھے کیونکہ دوستوں سے الوداعی دعوتیں لے چکے تھے۔

حافظ صاحب کی صحبت سے مدرسہ احمدیہ کے نہایت ہی محترم اساتذہ کے علاوہ حافظ احمد اللہ صاحب (جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جگہ حج بدل کیا تھا)، حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحبؓ، حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحبؓ اور حضرت پیر منظور محمد صاحب کے پاس تو اکثر وقت گزارتے تھے۔

حافظ سلیم احمد نے اخبار الفضل میں نہایت سنجیدہ مضامین اور نظمیں بھی لکھی ہیں، مگر بعض دفعہ اپنی باغ و بہار طبیعت کی رَو میں بہہ جایا کرتے تھے۔

جب میاں ظفر احمد صاحب بیرسٹری کی تعلیم کے لئے ولایت کو روانہ ہوئے تو حافظ صاحب نے الوداعی نظم لکھی جس کا مقطع تھا

بس یہی ہے دعا کہ اے بھائی
بسلامت روی و باز آئی

دمشق کے مخلص احمدی خاندان کے نونہال احسان سامی حقی جب جناب سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ہمراہ قادیان آئے اور مدرسہ احمدیہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ انہوں نے قادیان کے ہائی سکول کے وسیع ہال میں ایک عربی ڈرامہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے متعلق کرنا چاہا۔ مگر مفتی سلسلہ حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ نے اجازت نہ دی۔ اس پر احسان صاحب بڑے مایوس ہوئے کیونکہ وہ ہر قسم کی تیاریاں کرچکے تھے تاہم انہوں نے ہمت نہ ہاری اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اجازت لے لی۔ اس پر حافظ صاحب نے رباعی لکھی تھی

نہ مغموم ہو تُو ذرا میرے بھائی
اگر روک دیں مفتیِ دیں ڈرامہ
شریفوں کی تعریف کرتا ہے قرآں
اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

حافظ صاحب کے ایک دوست عبدالسلام تاج بھی تھے۔ وہ ان کے گھر تشریف لائے تو حافظ صاحب نے قلاقند منگوا کر پیش کی اور مجلس میں ایک رباعی سنائی جس کا پہلا شعر تھا:

مارے خوشی کے دل ہے مرا باغ باغ آج
آیا ہے میرے گھر میں جو عبدالسلام تاج

حافظ صاحب کے ایک کلاس فیلو سیّد محمد یوسف شاہ فارغ تخلص کرتے تھے۔ آپ کشمیری تھے۔ ایک دن جمعہ سے واپس لَوٹے تو انہوں نے یونہی کہہ دیا کہ یار! لندن کبھی نہیں دیکھا۔ حافظ صاحب کہنے لگے چلو اب دیکھ لو۔ فارغ صاحب

نے کہا چلو اُٹھو پھر دیر کیا ہے۔ ابھی روانہ ہو جائیں۔ معاً دونوں منہ اٹھا کر بٹالہ کے راستے پر چل پڑے۔ شہر سے نکل کر آدھ میل گئے ہوں گے کہ دونوں نے گھبرا کر تجویز کی کہ سرِ دست ارادہ ملتوی کر دیتے ہیں اور واپس آ گئے۔ اس پر حافظ سلیم نے ایک لمبی مزاحیہ نظم لکھی جس کا ایک بند ہے۔ ؎

عقل سے فارغ ہو تم یار
آدھے اُلّو آدھے حمار
ٹونکل ٹونکل لِٹل سٹار
ہاؤ آئی وَنڈر وٹ یُو آر

حافظ صاحب میں ایک خوبی یہ تھی کہ روزانہ عصر کے بعد چڑیوں کے لئے باریک چاول یا باجرہ وغیرہ التزام کے ساتھ بکھیرا کرتے تھے اور ملنے والوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ ان بے زبانوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

ایک دفعہ حافظ سلیم احمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اُن کو دس دس کے تین نوٹ دیئے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک جنازہ کے ہمراہ بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے تو حضورؒ نے حافظ صاحب کو یاد فرمایا۔ یہ حاضر ہوئے تو حضورؒ نے حافظ صاحب کو تین نوٹ دس دس روپے کے عنایت فرمائے۔ حافظ صاحب نے ان میں سے دس روپے فضل عمر فاؤنڈیشن کو اور دس روپے ایک محتاج کو دے دیے اور دس روپے خود رکھ لئے۔ بعد ازاں اس خواب اور واقعہ کا ذکر مکرم شیخ مبارک احمد صاحب نے جب حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ سے کیا تو چوہدری صاحبؓ نے حافظ صاحب کو ایک معقول رقم بھجوائی نیز کچھ وظیفہ بھی مقرر فرما دیا۔

آخری عمر میں مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے اپنے مکان کے ایک گوشہ میں حافظ صاحب کو ایک کمرہ دے دیا تھا جہاں 73 سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ تمام عمر مجرّد رہے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

نمازِ تہجد کے لئے اُٹھنے کے طریق

نمازِ تہجد پڑھنا بڑی اہمیت و برکت کا موجب اور ضروری ہے مگر پیاری نیند کو قربان کرنا اور آرام دہ بستر کو چھوڑنا بھی بہت مشکل ہے۔ اس لئے کوئی ایسا طریق ہونا چاہئے جس کی بدولت انسان نماز تہجد کے لئے آسانی سے اُٹھ سکے۔

اس کے دو کامیاب نسخے ہیں۔ پہلا خدا کی محبت کا اپنے دل میں پیدا کرنا ہے جس کی بنا پر انسان بے اختیار ہو کر اُٹھ بیٹھے گا اور اسے پورے شوق و محبت سے نماز تہجد کی ادائیگی کی توفیق ملے گی۔ دوسرے دین کی نازک حالت اور ترقی اسلام کا خیال۔ دشمنوں کے بدارادوں اور مذہبی آزادی پر قدغنوں کا احساس بھی انسان کی نیند کو کم کر دیتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں نمازِ تہجد کیلئے جاگنے، اللہ کے حضور اپنی بے بسی اور لاچارگی پیش کرتے ہوئے عاجزانہ دعاؤں کی توفیق ملتی ہے۔

پس ضروری ہے کہ ہم ایسی محبت الٰہی کے احساس کو بیدار کریں اور پالیں تب جا کر نماز تہجد کیلئے آسانی سے اُٹھ سکیں گے۔

اگر چہ آجکل الارم والی گھڑیاں مل جاتی ہیں جن کے ذریعہ انسان جاگ سکتا ہے۔ لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جاگنے کے روحانی ذرائع کو زیادہ اہمیت دی کہ ان کے ذریعہ انسان یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاگنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپؓ نے نماز تہجد کیلئے اُٹھنے کے جو تیرہ طریقے بیان فرمائے ہیں ان کا خلاصہ ذیل میں تحریر ہے:

1۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کچھ عرصہ ذکر کرے۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جتنا عرصہ وہ ذکر کرے گا، صبح سے اتنا ہی قبل اس کی آنکھ ذکر کرنے کیلئے کھل جائے گی۔

2۔ عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد کسی سے کلام نہ کرے اور جلد سو جائے۔

3۔ عشاء کی نماز کے بعد تازہ وضو کر کے چارپائی پر لیٹے تو اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے خاص قسم کی نشاط پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح وہ آنکھ کھلتے وقت بھی نشاط میں ہی ہوگا۔

4۔ ذکر الٰہی اور دعائیں کرتے کرتے سوئے۔

5۔ سونے کے وقت کامل ارادہ کر لیا جائے کہ تہجد کیلئے ضرور اٹھوں گا۔

6۔ وتروں کو عشاء کی نماز کے ساتھ نہ پڑھے بلکہ تہجد کے وقت پڑھنے کے لئے رہنے دے۔

7۔ عشاء کی نماز کے بعد نفل پڑھنے شروع کر دیں اور اتنی دیر تک پڑھیں کہ نماز میں ہی نیند آ جائے اور اتنی نیند آئے کہ برداشت نہ کی جا سکے۔ اس وقت سوئیں۔

8۔ جن دنوں میں زیادہ نیند آئے اور وقت پر آنکھ نہ کھلے ان میں نرم بستر ہٹا دیا جائے۔

9۔ سونے کے وقت معدہ پُر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کا اثر قلب پر بہت پڑتا ہے اور انسان کو سست کر دیتا ہے۔

10۔ جُنبی ہونے کی حالت میں یا غلاظت کے ساتھ نہ سوئے، صفائی کی حالت میں سونے والے کو ملائکہ آ کر جگا دیتے ہیں۔

11۔ بستر پاک وصاف ہو۔

12۔ میاں بیوی رات ایک بستر پر نہ سوئیں۔

13۔ سونے سے قبل سوچ لیں کہ ہمارے دل میں کسی کے متعلق کینہ یا بغض تو نہیں۔ اگر ہو تو اس کو دل سے نکال دینا چاہئے۔

(ذکر الٰہی۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ: 516,512)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے فضل سے نماز تہجد کا عادی بنا دے تا ہم رات کی خلوت میں اپنے محبوب خدا کے حضور رو رو کر اس کی مدد اور فضل کے حصول کی دعائیں مانگیں کیونکہ خدا تعالیٰ گڑگڑانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ

(مرتبہ: سید شمشاد احمد ناصر مبلغ سلسلہ)

نرمی کا سلوک

ایک دفعہ حضور علیہ السلام کو سخت سر درد تھا۔ پاس بچوں اور عورتوں کا شور وغل بپا تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے عرض کی کہ '' جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی؟'' حضورؑ نے فرمایا: ''ہاں اگر چپ ہوجائیں تو آرام ملتا ہے۔''

مولوی صاحبؓ نے عرض کیا کہ '' پھر حضور کیوں حکم نہیں فرماتے؟'' حضورؑ نے فرمایا: '' آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں میں تو نہیں کہہ سکتا۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳)

ستاری کا شیوہ

ایک خادمہ نے گھر سے چاول چرائے اور پکڑی گئی۔ گھر کے سب لوگوں نے اُسے ملامت شروع کر دی۔ اتفاقاً حضرت اقدسؑ کا بھی اس طرف سے گزر ہوا۔ واقعہ سنائے جانے پر حضورؑ نے فرمایا: '' محتاج ہے۔ کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳)

ہمدردی خلق

دہقانی عورتیں ایک دن بچوں کے لئے دوائی وغیرہ لینے آئیں۔ حضورؑ ان کو دیکھنے اور دوائی دینے میں عرصہ تک مصروف رہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح حضورؑ کا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اس کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا: '' یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں، جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروا نہ ہونا چاہیے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳)

زہد

مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنوانے کی حاجت ہوئی تو حضورؑ کی تاکید تھی کہ اینٹوں اور پتھروں پر روپیہ خرچ کرنا عبث ہے اتنا ہی کام کرو جس سے چند روزہ زندگی بسر ہو جائے۔ نجار تیر بندیاں اور تختے رندے سے صاف کر رہا تھا۔ حضورؑ نے اسے روک دیا اور فرمایا: '' یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے۔ مختصر کام کرو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں۔ ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چند دن گزارہ کر لیں اور فرمایا کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میرا گھر ہو اور ہر گھر میں میری ایک کھڑکی ہو اور ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ ورابطہ رہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵)

تکلفات پر ناپسندیدگی

تکلفات میں وقت ضائع کرنا حضورؑ کو ناپسند تھا۔ اس کے متعلق حضورؑ نے فرمایا: '' میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ اور پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع ہو جاتا ہے، یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے...... جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے، تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶)

دوسروں کے آرام کا خیال

ایک دفعہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے مکان میں ایک چارپائی پڑی تھی جس پر سو رہے تھے۔ وہاں حضورؑ ٹہل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جاگے تو دیکھا کہ حضورؑ فرش پر چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضورؑ نے محبت سے پوچھا کہ کیوں اٹھ بیٹھے؟ انہوں نے پاسِ ادب کا عذر کیا۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا: '' میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶)

تواضع

لوگوں کو حضورؑ سے گفتگو کرنے میں کمال آزادی تھی اور ہر شخص بلا روک ٹوک حضورؑ سے بات چیت کر سکتا تھا۔ اس بارے میں حضورؑ نے فرمایا: '' میرا مسلک نہیں کہ میں ایسا تندخُو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ڈریں، جیسا درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ میں تو بت پرستی کے ردّ کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبّر سے زیادہ کوئی بت پرست اور خبیث نہیں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶، ۷)

خلوت پسندی

حضرت اقدسؑ خلوت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اس بارہ میں فرمایا: '' اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے تُو کس کو پسند کرتا ہے۔ تو اس پاک ذات کی قسم کہ میں خلوت کو اختیار کروں۔ مجھے تو کشاں کشاں میدانِ عالم میں اسی نے نکالا ہے، جو لذّت مجھے خلوت میں آتی ہے اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے۔ میں قریب 25 سال تک خلوت میں بیٹھا رہا ہوں اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربارِ شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت ہے کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷)

عہد دوستی کی رعایت

حضورؑ فرماتے ہیں: '' میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے۔ مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، میں اس سے قطع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں...... عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے، اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمّل کے محل

میں اتارنا چاہیے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۸)

لِلّٰہ تعلق

حضور علیہ السلام نے کبھی اپنے نفس کی خاطر کسی چیز کو پسند نہیں کیا بلکہ ہر مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مقدم رہی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: "ہم ہر ایک شئے سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں۔ بیوی ہو، بچے ہوں، دوست ہوں، سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷،۸)

اللہ تعالیٰ پر آپؑ کا یقین اور توکل

ایک عرب کی طرف سے ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آیا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ ایک ہزار روپیہ مجھے بھیج کر اپنا وکیل یہاں مقرر کردیویں تو میں آپ کے مشن کی اشاعت کروں گا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا: "ان کو لکھ دو ہمیں کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ ایک ہی ہمارا وکیل ہے جو عرصہ بائیس سال سے اشاعت کر رہا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اَور کی کیا ضرورت ہے اور اس نے کہہ بھی رکھا ہے: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۵)

دشمن کی آبروداری کا خیال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک واقعہ بیان کیا جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ کو ہر ایک کی آبرو حتّٰی کہ اپنے دشمن کی آبروداری کا بھی کس قدر خیال ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "قتل کے مقدمہ میں ہمارے ایک مخالف گواہ کی وقعت کو عدالت میں کم کرنے کی نیت سے ہمارے وکیل نے چاہا کہ اس کی ماں کا نام دریافت کرے مگر مَیں نے اسے روکا اور کہا کہ ایسا سوال نہ کرو جس کا جواب وہ مطلق دے ہی نہ سکے اور ایسا داغ ہرگز نہ لگاؤ جس سے اُسے مفر نہ ہو۔ حالانکہ ان ہی لوگوں نے میرے پر جھوٹے الزام لگائے۔ جھوٹا مقدمہ بنایا۔ افتراء باندھے اور قتل اور قید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ میری عزّت پر کیا کیا حملے کر چکے ہوئے تھے۔ اب بتلاؤ کہ میرے پر کونسا خوف ایسا طاری تھا کہ مَیں نے اپنے وکیل کو ایسا سوال کرنے سے روک دیا۔ صرف بات یہ تھی کہ مَیں اس بات پر قائم ہوں کہ کسی پر ایسا حملہ نہ ہو کہ واقعی طور پر اس کے دل کو صدمہ دے اور اسے کوئی راہ مفر کی نہ ہو۔"

ایک مخلص خادم نے عرض کی حضور میرا دل تو اب بھی خفا ہوتا ہے کہ یہ سوال کیوں اس پر نہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "میرے دل نے گوارا نہ کیا۔"

اس نے پھر کہا کہ یہ سوال ضرور ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے فرمایا: "خدا نے دل ہی ایسا بنایا ہے تو بتلاؤ میں کیا کروں۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۲، ۶۳)

دوستوں کی جدائی پر غمگین ہونا

ایک خادم نے حضرت اقدسؑ سے رخصت طلب کی۔ ان کا وطن یہاں سے دور دراز تھا اور ایک عرصہ سے آکر حضرت اقدسؑ کے قدموں میں موجود تھے۔ ان کے رخصت طلب کرنے پر فرمایا: "انسان کی فطرت میں یہ بات ہوتی ہے اور میری فطرت میں بھی ہے کہ جب کوئی دوست جدا ہونے لگتا ہے تو میرا دل غمگین ہوتا ہے کیونکہ خدا جانے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔ اس عالم کی یہی وضع پڑی ہے خواہ کوئی ایک سو سال زندہ رہے آخر پھر جدائی ہے۔"

اسی طرح فرمایا: "خدائے تعالیٰ نے یہ بات میرے دل میں ڈالی ہے اور میری فطرت میں رکھ دی ہے کہ جب کوئی دوست مجھ سے جدا ہونے لگتا ہے مجھے سخت قلق اور درد محسوس ہوتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خدا جانے زندگی کا بھروسا نہیں۔ پھر ملاقات نصیب ہوگی یا نہیں پھر میرے دل میں خیال آجاتا ہے کہ دوسروں کے بھی تو حقوق ہیں۔ بیوی ہے، بچے ہیں اور رشتہ دار ہیں۔ مگر تاہم جو چند روز بھی ہمارے پاس رہتا ہے اس کے جدا ہونے سے ہماری طبیعت کو صدمہ ضرور ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۷۰)

زہد اور سادہ زندگی

ایک ذکر پر آپؑ نے فرمایا: "ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ مَیں نے گوشت کا منہ نہیں دیکھا ہے۔ اکثر مِسّی روٹی (بیسنی) یا اچار اور دال کے ساتھ کھا لیتا ہوں۔ آج بھی اچار کے ساتھ روٹی کھائی ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۷۱)

ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہندوؤں والی دھوتی باندھنی جائز ہے یا نہیں؟ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: "تشبیہ بالکفار تو کسی رنگ میں بھی جائز نہیں۔ اب ہندو ماتھے پر ایک ٹیکہ سا لگاتے ہیں کوئی وہ بھی لگا لے۔ یا سر پر بال تو ہر ایک کے ہوتے ہیں مگر چند بال بودی کی شکل میں ہندو رکھتے ہیں اگر کوئی ویسے ہی رکھ لیوے تو یہ ہرگز جائز نہیں۔ مسلمانوں کو اپنی ہر ایک چال میں وضع قطع میں غیرت مندانہ چال رکھنی چاہیے۔ ہمارے آنحضرت ﷺ تہ بند بھی باندھا کرتے تھے اور سراویل بھی خریدنا آپ کا ثابت ہے جسے ہم پاجامہ یا تنّبی کہتے ہیں۔ ان میں سے جو چاہے پہنے۔ علاوہ ازیں ٹوپی۔ کُرتہ۔ چادر اور پگڑی بھی آپ کی عادت مبارک تھی۔ جو چاہے پہنے کوئی حرج نہیں۔ ...... ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسی فطرت ہی نہیں دی کہ ان کے لباس یا پوشش سے فائدہ اُٹھائیں۔ سیالکوٹ سے ایک دو بار انگریزی جوتا آیا۔ ہمیں اس کا پہننا ہی مشکل ہوتا تھا۔ کبھی ادھر کا ادھر اور کبھی بائیں کا دائیں۔ آخر تنگ آکر سیاہی کا نشان لگایا گیا کہ شناخت رہے مگر اس طرح بھی کام نہ چلا۔ آخر مَیں نے کہا کہ یہ میری فطرت ہی کے خلاف ہے کہ ایسا جوتا پہنوں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۴۰، ۳۴۱)

مہمان نوازی کے متعلق

مہمانوں کے انتظام اور مہمان نوازی کی نسبت ذکر ہوا تو فرمایا: "میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لیے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہوسکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس سے پیشتر میں نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ خود بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا مگر جب سے بیماری نے ترقی کی اور پرہیزی کھانا کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا...... ہماری طرف سے ہر ایک کو اجازت ہے کہ اپنی تکلیف کو پیش کردیا کرے۔ بعض لوگ بیمار ہوتے ہیں ان کے واسطے الگ کھانے کا انتظام ہوسکتا ہے"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۰۶)

سائل کو محروم نہ پھرانے کی تعلیم

آپ نے فرمایا: "بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں۔ اور کچھ مولویت کی رگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سوال کے مسائل سمجھانا شروع کردیتے ہیں اور اس پر اپنی مولویت کا رُعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سُست بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا

مادہ نہیں رکھتے، جو ایک نیک دل اور سلیم الفطرت انسان کو ملتا ہے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے سوال کرتا ہے، تو وہ خود گناہ کرتا ہے۔ اس کو کچھ دینے میں تو گناہ لازم نہیں آتا، بلکہ حدیث شریف میں لَوْ اَتَاکَ رَاکِباً کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی خواہ سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہیے اور قرآن شریف میں وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ:۱۱) کا ارشاد آیا ہے کہ سائل کو مت جھڑک۔ اس میں یہ کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک اور فلاں قسم کے سائل کو جھڑک۔ پس یاد رکھو کہ سائل کو نہ جھڑکو، کیونکہ اس سے ایک قسم کی بداخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلد ہی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے اور بدی کا وارث بنا دے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپؑ کی غیرت

ایک مقام کے چند ایک احباب آریوں کے ایک ایسے جلسے میں گئے تھے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی پاک تعلیم پر ناجائز اور فحش سے بھرے ہوئے نامعقول حملے ہو رہے تھے۔ اس پر آپؑ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ: ''یہ لوگ ایسی محفلوں میں کیوں جاتے ہیں؟ اور جب ایسے ذکر اذکار شروع ہوں تو کیوں نہیں اٹھ کر چلے آتے؟'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۸۱)

ہر چیز خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی خواہش

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اگر ہو سکے تو دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہے کہ انسان کا وقت، وجود، قویٰ، مال، جان خدا کے دین کی خدمت میں خرچ ہو۔ ہمیں تو صرف مرض کے دورہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ورنہ دل یہی کرتا ہے کہ ساری ساری رات کئے جاویں۔ ہماری تو قریباً تمام کتابیں امراض و عوارض میں ہی لکھی گئی ہیں۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹)

ہمارا نقارہ

آپؑ نے فرمایا: ''اعداء کا وجود ہمارا نقارہ ہے۔ یہ انہیں کی مہربانی ہے کہ تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ مثنوی میں ایک ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک چور ایک مکان کو نقب لگا رہا تھا ایک شخص نے اوپر سے دیکھ کر کہا کہ کیا کرتا ہے؟ چور نے کہا کہ نقارہ بجا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا آواز تو نہیں آتی۔ چور نے جواب دیا کہ اس نقارہ کی آواز صبح کو سنائی دیوے گی اور ہر ایک سنے گا۔ ایسے ہی یہ لوگ شور مچاتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو لوگوں کو خبر ہوتی رہتی ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳)

خداتعالیٰ پر بھروسا

فرمایا: ''ہم کو تو خدا پر اتنا بھروسا ہے کہ ہم تو اپنے لیے دُعا بھی نہیں کرتے، کیونکہ وہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب کفار نے آگ میں ڈالا تو فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا بَلٰی وَلٰکِنْ اِلَیْکُمْ لَا ہاں حاجت تو ہے، مگر تمہارے آگے پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ فرشتوں نے کہا اچھا خدا تعالیٰ کے ہی آگے دُعا کرو۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: عَلِمَهٗ مِنْ حَالِیْ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ وہ میرے حال سے ایسا واقف ہے کہ مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰)

ایک شخص نے اپنی بعض مشکلات کے حل کے واسطے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: ''دعا کریں گے۔''

پھر فرمایا: ''انسان پر کبھی بھروسا نہ کرو۔ صرف خدا پر بھروسا کرو۔ جب انسان پر بھروسا کرو گے تب ہی خالی رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسلام یہی ہے کہ صرف خدا کے لئے ہو جاؤ۔ پھر سارے مشکلات حل ہو جاتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۴۶)

مخالفین سے ہمدردی

آپؑ نے فرمایا: ''میرے پاس ایک تھیلہ اُن گالیوں سے بھرے ہوئے کاغذات کا پڑا ہے۔ ایک نیا کاغذ آیا تھا۔ وہ بھی آج مَیں نے اس میں داخل کر دیا ہے۔ مگر ان سب کو ہم جانے دیتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے۔ مگر مَیں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ جیسا کہ ایک حکیم تریاق کا پیالہ مریض کو دیتا ہے کہ وہ شفا پاوے، مگر مریض غصہ میں آکر اس پیالہ کو توڑ دیتا ہے۔ تو حکیم اس پر افسوس کرتا ہے اور رحم کرتا ہے۔ ہمارے قلم سے مخالف کے حق میں جو کچھ الفاظ سخت نکلتے ہیں وہ محض نیک نیتی سے نکلتے ہیں۔ جیسے ماں بچہ کو بھی سخت الفاظ بولتی ہے، مگر اس کا دل درد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ صادق اور کاذب کا معاملہ خدا کے نزدیک ایک نہیں ہوتا۔ خدا جس کو محبت کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اور دُوسروں کے ساتھ اس کا ایک سلوک نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۲۳)

کرکٹ کا کھیل

قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے لڑکوں کا کرکٹ کھیلنے کا میچ تھا۔ حضرت اقدسؑ کے ایک صاحبزادہ نے بچپن کی سادگی میں آپؑ کو کہا کہ اباتم کیوں کرکٹ پر نہیں گئے۔ آپؑ اس وقت تفسیر فاتحہ لکھنے میں مصروف تھے۔ فرمایا: ''وہ تو کھیل کر واپس آجائیں گے، مگر مَیں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جو قیامت تک قائم رہے گا۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۱۴۔۲۱۳)

احباب کے لئے دعائیں

شیخ رحمت اللہ صاحب کا خط دربارہ کسی ابتلاء کے حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچا جس پر حضورؑ نے فرمایا: ''میں اس ابتلاء میں ان کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔ درحقیقت ابتلاء بڑی رحمت کا موجب ہوتے ہیں کہ ایک طرف عبودیت مضطر ہو کر اور چاروں طرف سے کٹ کر اسی اکیلے سبب ساز کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور ادھر سے الوہیت اپنے فضلوں کے لشکر لے کر اس کی تسلی کے لئے قدم بڑھاتی ہے۔ میں ہمیشہ یہ سنت انبیاء علیہم السلام اور سنت اللہ میں دیکھتا ہوں کہ جس قدر اس گرامی جماعت کی رافت و رحمت ابتلاء کے وقت اپنے خدام کی نسبت جوش مارتی ہے آرام و عافیت کے وقت وہ حالت نہیں ہوتی۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۱۷)

فرمایا: ''میں التزاماً چند دعائیں روز مانگا کرتا ہوں۔

اول: میں اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے، جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

دوم: تو پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔
چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام۔
پنجم: اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۱۴)

حضورؑ فرماتے ہیں: ''میرا تو یہ مذہب ہے کہ دُعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے۔ جس قدر دُعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دُعا کرنے والے کو ہوگا اور دُعا میں جس قدر بخل کرے گا۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دُور ہوتا جائے گا اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہے۔ دوسروں کے لئے دُعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں، اُن کی عمر دراز ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۴)

اپنی وحی پر یقین

فرمایا: ''ہم کو تو خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جو ہم پر وحی کے ذریعے نازل ہوتا ہے اس قدر یقین ہے کہ بیت اللہ میں کھڑا کر کے جس قسم کی چاہو قسم دے لو بلکہ میرا تو یقین یہاں تک ہے کہ اگر میں اس بات کا انکار کروں یا وہم بھی کروں کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں تو معاً کافر ہو جاؤں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۴۳)

اہل اللہ کا حال اور آپؑ کی خواہش

ایک دفعہ کام سے کچھ فراغت ہوئی لیکن آپؑ کی طبیعت نے نہ چاہا کہ فارغ رہیں بلکہ فرمایا: ''تفسیر کا کام تو ختم ہو گیا اور ہم چاہتے تھے کہ دوسرے ضروری کاموں کے شروع کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے، مگر جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں۔ مثنوی مولانا رُوم میں لکھا ہے کہ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کو ہر وقت کوئی مُکیاں مارتا رہے۔ ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے۔ کبھی خدا ان پر محنت نازل کرتا ہے اور کبھی وہ آپ کوئی ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے ان پر محنت نازل ہو۔ نہایت درجہ برکت کی بات یہ ہے کہ انسان خدا کے واسطے کسی کام میں لگا رہے جو دن بغیر کسی کام کے گزر جائے وہ گویا غم میں گزرتا ہے۔ اس سے زیادہ دُنیا میں کچھ حاصل نہیں کہ انسان خدا کے واسطے کام کرے اور خدا کے واسطے راستہ کھول دے اور اُسے مدد عطا فرماوے۔ مگر بغیر اخلاص کے تمام محنت بے فائدہ ہے۔ خالصۃً للہ کام کرنا چاہیے۔ کوئی اور غرض درمیان میں نہ آوے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹)

ریا اور اہل اللہ

ایک مرتبہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں بھی ریا آوے؟ اس پر حضور نے فرمایا: ''کبھی چڑیا خانہ گئے ہو؟''

مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: ''دیکھو وہاں شیر، چیتے اور دوسرے حیوانات ہوتے ہیں۔ کبھی یہ خیال وہاں جا کر دل میں آ سکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی لمبی نمازیں پڑھیں؟ کبھی یہ خیال وہاں جا کر ریا کار سے ریا کار کے دل میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ حیوانات ہماری جنس سے تو نہیں ہیں تو پھر ریا کہاں رہی؟ ریا تو ہم جنسوں سے ہوتی ہے تو اہل اللہ کس سے ریا کریں۔ اُن کے سامنے دوسرے لوگوں کی وہی مثال ہے جیسے چڑیا خانہ میں جانور بھرے ہوئے ہیں۔'' (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۶)

حضرت اقدسؑ کا دعا پر یقین اور آپ کا واقعہ

دعا کے حوالہ سے آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''ہمارا تو سارا دارومدار ہی دعا پر ہے۔ دعا ہی ایک ہتھیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کو دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے بلکہ وہ دعا کا منتظر رہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو خاص فضل سے قبول فرماتا ہے۔ دعا سے انسان ہر ایک بلا اور مرض سے بچ جاتا ہے۔ ہم نے ایک دفعہ ایک اخبار پڑھا تھا کہ ایک تھانیدار کے ناخن میں پنسل کا ایک ٹکڑا کسی طرح سے چبھ گیا۔ پنسل میں کچھ زہر بھی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس کے ہاتھ میں ورم ہونا شروع ہو گیا۔ بڑھتے بڑھتے ورم اس قدر بڑھ گیا کہ کہنی تک جا پہنچا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سہ چند بوجھ ہو گیا۔ فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ اس بازو میں زہر اثر کر گیا ہے۔ تم اگر اس کو کٹانے پر راضی ہو تو جان بچ جائے گی ورنہ نہیں۔ وہ تھانیدار کٹانے پر راضی نہ ہوا۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مر گیا۔ ہمارے بھی ایک دفعہ اسی طرح ناخن میں پنسل لگ گئی۔ ہم سیر کرنے گئے تو دیکھا کہ ہمارے ہاتھ میں بھی ورم ہونا شروع ہو گیا ہے تو ہمیں وہ قصہ یاد آ گیا۔ میں نے اسی جگہ سے دعا شروع کر دی۔ گھر پہنچنے تک برابر دعا ہی کرتا رہا تو دیکھتا کیا ہوں کہ جب میں گھر پہنچا تو وَرم کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ پھر میں نے لوگوں کو دکھایا اور سارا قصہ بیان کیا۔ اسی طرح ایک دفعہ میرے دانت کو سخت درد شروع ہو گیا۔ میں نے لوگوں سے ذکر کیا تو اکثر نے صلاح دی کہ اس کو نکلوا دینا بہتر رہے گا۔ میں نے نکلوانا پسند نہ کیا اور دعا کی طرف رجوع کیا تو الہام ہوا۔ واذا مرضت فھو یشفینی۔ اس کے ساتھ ہی مرض کو بالکل آرام ہو گیا۔'' (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۵۱)

حضرت اقدس کی اپنے دوستوں کے لئے ہمدردی و غمخواری

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح کا ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربے میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو، تو سارا بدن بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن میں ہمیشہ اس خیال اور فکر میں رہتا ہوں کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام و آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رو سے نہیں، بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کی فکر میں مستغرق رہتی ہے ...... اسی طرح میں للّٰہی دلسوزی اور غم خواری اپنے دل میں دوستوں کے لئے پاتا ہوں اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے، تو طبیعت میں بے کلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ غم بڑھتا جا رہا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جب کہ کسی قسم کی فکر اور غم شامل حال نہ ہو، کیونکہ اس قدر کثیر التعداد

احباب میں سے کوئی نہ کوئی، کسی نہ کسی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غموں میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدّم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو غم اور ہموم سے محفوظ رکھے، کیو ں کہ مجھے تو ان کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر یہ دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔'' (ملفوظات جلداوّل صفحہ ۱۰۵،۱۰۶)

آپؑ نے ایک موقع پر فرمایا: ''میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں، میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لیے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور اُن سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ۷۰ یا ۷۵ برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اُسے پڑھنے کو کہا مگر اُس نے اُسے جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اُس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔'' (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۰۵،۱۰۶)

غریبوں کی دلجوئی

۳ جولائی ۱۹۰۴ء کو شام کے وقت مختلف جگہ سے لوگ اور احباب تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت اقدسؑ کی زیارت اور شرف یاب ہونے کے لئے آپؑ پر مثل پروانہ گر رہے تھے۔ جگہ تھوڑی تھی۔ اکثر حصہ ان میں دیہات والوں کا تھا۔ بعض نے کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا: ''کس کو کہا جاوے کہ تم پیچھے ہٹو۔ جو آتا ہے اخلاص اور محبت لے کر آتا ہے۔ سینکڑوں کوس کے سفر کر کے یہ لوگ آتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ کوئی دم صحبت حاصل ہو اور انہیں کی خاطر خدا تعالیٰ نے سفارش کی ہے اور فرمایا ہے ولا تصعر لخلق اللّٰه ولا تسئم من الناس یہ صرف غریبوں کے حق میں ہے کہ جن کے کپڑے میلے ہوتے ہیں اور ان کو چنداں علم بھی نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہی ان کی دستگیری کرتا ہے۔ کیونکہ امیر لوگ تو عام مجلسوں میں خود ہی پوچھے جاتے ہیں اور ہر ایک اُن سے بااخلاق پیش آتا ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے غریبوں کی سفارش کی ہے جو بیچارے گمنام زندگی بسر کرتے ہیں۔''
(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۹۱)

دوستوں کے لئے دعا

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی علالت کے ایام میں حضرت اقدسؑ ان کی صحت یابی کے لئے دعائیں کر رہے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے عرض کیا خیریت چاہیے۔ فرمایا: ''جب دوستوں کی تکلیف سن کر دعا میں لگ جاتا ہوں تو اس میں خود عافیت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آچکا ہے من كان فی عون اخیه كان اللّٰه فی عونه یعنی جو شخص اپنے بھائی کی اعانت میں مصروف رہتا ہے خدا تعالیٰ خود اس کی اعانت کرتا ہے۔'' (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۳۲۹)

ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے شیخ رحمت اللہ صاحب کو فرمایا: ''ہم آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں آپ بھی اس وقت دعا کیا کریں۔ ایک تو رات کے تین بجے تہجد کے واسطے خوب وقت ہوتا ہے۔ کوئی کیسا ہی ہو تین بجے اُٹھنے میں اس کے لیے ہرج نہیں۔ اور پھر جب اچھی طرح سورج چمک اُٹھے تو اس وقت ہم بیت الدعا میں بیٹھتے ہیں۔ یہ دونوں وقت قبولیت کے ہیں۔ نماز میں تکلیف نہیں۔ سادگی کے ساتھ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرے۔'' (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۳۶۷)

مخالفین کی دشمنی پر صبر اور دعا کی تلقین

فرمایا: ''لوگوں کی گالیوں سے ہمارا نفس جوش میں نہیں آتا۔''
(ملفوظات جلداوّل صفحہ ۹)

اسی طرح فرمایا: ''پس ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں، کیونکہ الاستقامة فوق الكرامة مشہور ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے۔ تو حتی الوسع اس کا جواب نرمی اور ملاطفت سے دیں۔ تشدد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔'' (ملفوظات جلداوّل صفحہ ۱۰۲)

تعلق باللہ کا واقعہ

مولوی عبدالکریم صاحبؓ کہتے ہیں جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی کے لئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ حضرت میر صاحبؓ نے اس دن صبح کو کہیں سے سن لیا کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آوے گا۔ میر صاحب حواس باختہ ہو کر حضرت کو اس کی خبر کرنے اندر دوڑے گئے۔ حضرت اس وقت نورالقرآن لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون در پیش تھا۔ سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا کہ: ''میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں، ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔'' پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا: ''مگر ایسا نہ ہوگا، کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں وہ اپنے خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا۔''
(ملفوظات جلداوّل صفحہ ۳۰۵،۳۰۶)

اعلائے کلمۃ اللہ اور دینی باتوں پر حضورؑ کی خوشی کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک چٹھی آئی اس میں پختہ ثبوت اور تفصیل سے لکھا تھا کہ جلال آباد (علاقہ کابل) کے علاقے میں یوز آسف نبی کا چبوترہ موجود ہے اور وہاں مشہور ہے کہ دو ہزار برس ہوئے کہ یہ نبی شام سے یہاں آیا تھا اور سرکار کابل کی طرف سے کچھ جاگیر بھی اس چبوترے کے نام ہے۔ اس خط سے حضرت اقدس اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ گواہ اور علیم ہے کہ اگر کوئی مجھے کروڑوں روپے لا دیتا تو میں کبھی اتنا خوش نہ ہوتا جیسا اس خط نے مجھے خوشی بخشی ہے۔'' (ملفوظات جلداوّل صفحہ ۳۰۶)

توکّل علی اللہ

ایک دن حضرت اقدس کی مجلس میں توکل کی بات چل پڑی جس پر حضورؑ نے فرمایا:

''میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں۔ جیسے سخت حبس ہوتا اور گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے، تو لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہوگی۔ ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ یہ اب بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔''

پھر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا:

''جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق وسرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا اس وقت مجھے حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو۔''

فرمایا: ''ان دنوں میں جبکہ دنیوی مقدمات کی وجہ سے والد صاحب اور بھائی صاحب طرح طرح کے ہموم وغموم میں مبتلا رہتے تھے وہ بسا اوقات میری حالت دیکھ کر رشک کھاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بڑا ہی خوش نصیب آدمی ہے۔ اس کے نزدیک کوئی غم نہیں آتا۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۵،۳۲۶)

ابتلاء کے وقت حضورؑ کا حال

حضرت اقدس کا جالندھر میں قیام تھا اس دوران آپؑ نے فرمایا:

''ابتلاء کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ اگر صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق اور محبت الٰہی اور خدمت دین میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اس لئے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۵۷)

زہد

آپؑ نے فرمایا:

''اللہ بہتر جانتا ہے۔ کھانے کے متعلق میں اپنے نفس میں اتنا تحمل پاتا ہوں کہ ایک پیسہ پر دو دو وقت بڑے آرام سے بسر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ انسان کہاں تک بھوک کی برداشت کرسکتا ہے۔ اس امتحان کے لئے میں نے چھ ماہ تک کچھ نہ کھایا۔ کبھی کوئی ایک آدھ لقمہ کھا لیا اور چھ ماہ کے بعد میں نے اندازہ کیا کہ چھ سال تک بھی یہ حالت لمبی کی جاسکتی ہے۔ اسی اثناء میں دو وقت کا کھانا گھر سے برابر آتا تھا اور مجھے اپنی حالت کا اخفاء منظور تھا۔ اس اخفاء کی تدابیر کے لئے جو زحمت اٹھانی پڑتی تھی۔ شاید وہ زحمت اوروں کو بھوک سے نہ ہوتی ہوگی۔ میں دو وقت کی روٹی دو تین مسکینوں میں تقسیم کر دیتا۔ اس حال میں نماز پانچوں وقت کی مسجد میں پڑھتا اور کوئی میرے آشناؤں میں سے کسی نشان سے پہچان نہ سکا کہ میں کچھ نہیں کھایا کرتا۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۵۷،۴۵۸)

خدا تعالیٰ کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر حضرت اقدسؑ کی خاص حفاظت فرمائی ہے۔ چنانچہ حفاظت خاص کے ہی چند واقعات حضرت اقدسؑ نے خود بیان فرمائے ہیں:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی سارا کمرہ دھوئیں کی طرح بھر گیا اور گندھک کی سی بو آتی تھی، لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اس میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے واسطے پیچ در پیچ ارد گرد دیوار بنی ہوئی تھی اور وہ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ بجلی ان تمام چکروں میں سے ہوکر اندر جا کر اس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہوگیا۔ دیکھو وہی بجلی کی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہیں دے سکی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔

ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو میں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ سولہ اور آدمی بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کوئی چوہا ہوگا کچھ خوف کی بات نہیں۔ اور یہ کہہ کر پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویسی ہی آواز سُنی۔ تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی۔ تب میں نے اُن کو سختی سے اُٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی میں دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور دوسری چھت کو بھی ساتھ لے کر نیچے جا پڑی۔ اور چارپائیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور ہم سب بچ گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی معجزہ نما حفاظت ہے جب تک کہ ہم وہاں سے نکل نہ آئے شہتیر گرنے سے محفوظ رہا۔

ایسا ہی ایک دفعہ ایک بچھو میرے بسترے کے اندر لحاف کے ساتھ مرا ہوا پایا گیا اور دوسری دفعہ ایک بچھو لحاف کے اندر چلتا ہوا پکڑا گیا۔ مگر ہر دو بارہ خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔

ایک دفعہ میرے دامن کو آگ لگ گئی تھی۔ مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ ایک اور شخص نے دیکھا اور بتلایا اور اس آگ کو بجھا دیا۔ خدا تعالیٰ کے پاس کسی کے بچانے کی ایک راہ نہیں بلکہ بہت راہیں ہیں۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴)

اپنے نفس پر قابو

حضرت اقدسؑ نے فرمایا: ''میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۵۶)

انکساری

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور نے حقیقۃ الوحی کے لکھنے اور پروفوں کے بارہا پڑھنے میں بہت محنت اُٹھائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بار بار حضور کی طبیعت علیل ہو جاتی ہے۔ اب حضور چند روز بالکل آرام فرمائیں اور پڑھنے لکھنے کے کام کو بالکل ترک فرماویں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا:

''ہماری محنت ہی کیا ہے۔ ہمیں تو شرم آتی ہے جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں کی طرف نگاہ کرتے ہیں کہ کس طرح خوشی کے ساتھ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے سر بھی کٹوا دیے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۹۱)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے۔ انشاء اللہ)